ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۹ شوال سنہ ۱۳۸۴ھ
۱۲ فروری سنہ ۱۹۶۵ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور
۲۵ پیسے

وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ؟ فَقَالَ اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ" فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عَمِلَ قَلِیْلًا وَ اُجِرَ کَثِیْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَ ھٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ہتھیاروں سے سجا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پہلے جہاد کروں یا اسلام قبول کروں؟ آپ نے فرمایا کہ اولاً اسلام قبول کرو۔ پھر جہاد کرو چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا، اور پھر جہاد کیا۔ حتیٰ کہ شہید کر دیا گیا۔ (اس پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کام کم کیا، اور ثواب زیادہ دیا گیا (بخاری و مسلم) اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَحَدٌ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ یُحِبُّ اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا وَلَہٗ مَا عَلَی الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا الشَّھِیْدُ یَتَمَنّٰی اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا فَیُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا یَرٰی مِنَ الْکَرَامَۃِ "، وَفِیْ رِوَایَۃٍ " لِمَا یَرٰی مِنْ فَضْلِ الشَّھَادَۃِ "، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جنت میں داخل ہو جاتا ہے تو دنیا میں لوٹ کر جانا پسند نہیں کرتا۔ اگرچہ روئے زمین کی تمام چیزیں اسے مل جائیں البتہ شہید جب اپنی عزت و تکریم کو دیکھتا ہے تو آرزو کرتا ہے کہ لوٹ کر دنیا میں جائے اور دس مرتبہ راہِ خدا میں مارا جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ (البتہ شہید) جب شہادت کی فضیلت کو دیکھتا ہے تو یہ آرزو کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَغْفِرُ اللّٰہُ لِلشَّھِیْدِ کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا الدَّیْنَ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ: "اَلْقَتْلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُکَفِّرُ کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا الدَّیْنَ"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہید کی ایک چیز (گناہ) سوائے قرض کے معاف کر دیتا ہے (مسلم) اور مسلم ہی کی ایک روایت ہے کہ اللہ رب العزت کے راستہ میں مارا جانا قرض کے سوائے ہر ایک گناہ کا کفارہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ فِیْھِمْ فَذَکَرَ اَنَّ الْجِھَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰہِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ قُلْتَ؟" قَالَ، اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ ذٰلِکَ، رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم ان کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور پھر فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا سب سے افضل اعمال ہیں۔ (یہ سن کر) ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ فرمایئے کہ اگر میں راہِ خدا میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہوں کی معافی ہو جائے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر تم راہِ خدا میں مارے جاؤ اور جمے رہو اور ایمان کے ساتھ امید ثواب رکھو (میدان میں)، دشمن کی طرف رخ رکھو اور پشت پھیر کر نہ بھاگو (تو گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے (ابھی) کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کیا فرمایئے، اگر میں راہِ خدا میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو جائیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ ہاں بشرطیکہ تم جمے رہو۔ اور ایمان کے ساتھ ثواب کی امید رکھو دشمن کی طرف منہ رکھو اور پشت نہ پھیرو۔ البتہ قرض معاف نہ ہوگا۔ اس لئے کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ کو یہی (حکم الٰہی) پہنچایا ہے (مسلم)

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ اَیْنَ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ قُتِلْتُ قَالَ: فِی الْجَنَّۃِ" فَاَلْقٰی تَمَرَاتٍ کُنَّ فِیْ یَدِہٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ، رَوَاہُ مُسْلِمٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ اگر میں (راہِ خدا میں) مارا جاؤں تو کس جگہ ہوں گا؟ آپ نے فرمایا جنت میں (یہ سن کر) جو کھجوریں اس کے ہاتھ میں تھیں اس نے پھینک دیں۔ پھر قتال کیا۔ حتیٰ کہ شہید ہوگیا۔ (مسلم)

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلی فون ۶۷۵۴۵
خدام الدین
سالانہ گیارہ روپے
ششماہی چھ روپے

جلد ۱۰ | ۹ شوال المکرم ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۲ ر فروری ۱۹۶۵ء | شمارہ ۳۹

صدرِ مملکت کا اعترافِ حقیقت

صدر مملکت محترم محمد ایوب خاں صاحب نے اس مرتبہ اپنی ماہانہ نشری تقریر میں رشوت ستانی کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ سرکاری ملازموں کے طبقے میں اس لعنت کا وجود یقیناً موجود ہے اور حکومت اپنے وسائل کے مطابق اس کے انسداد کی کوشش میں مصروفِ عمل بھی ہے لیکن اس لعنت کو صرف قانون کے زور سے نہ تو ملیا میٹ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی موجودہ قوانین میں اتنی سکت ہے کہ وہ اس بیماری کی مکمل روک تھام کر سکیں۔ کیوں کہ عام لوگوں کے لیے روپے کی تحریص اور دولت کے لالچ پر قابو پانا ہر گز ممکن نہیں ہے — ہاں وہ لوگ جنہیں خدا نے قناعت کی دولت عطا فرما رکھی ہے، جن کے دلوں میں ایمان کی قوت ہے اور جن کے قلوب خوف خدا سے لرز جاتے ہیں وہ اس لعنت سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ گویا بالفاظ دیگر انھوں نے یہ کہا ہے کہ صرف ایمان کی قوت اور خوفِ خدا ہی رشوت ستانی کی لعنت کو نیست و نابود کر سکتے ہیں۔

اپنے وسائل کی حد تک انھوں نے اس لعنت کی روک تھام کے لیے بعض اقدامات بھی تجویز کیے ہیں اور اعلان کیا ہے کہ اس متعدی بیماری کو ختم کرنے کے لیے دفتری طریق کار اور متعلقہ قوانین میں ترمیم کر دی جائے گی۔ لیکن بات پھر وہیں جا کر رکتی ہے کہ اگر چہ ان اقدامات سے حالات کسی حد تک شاید بہتر ہو جائیں گے لیکن رشوت ستانی کی لعنت ختم نہیں ہو سکتی کیوں کہ اس کا اصلی حل صرف اخلاق اور مذہب کی پیروی میں مضمر ہے۔

قارئین خدام الدین کو یاد ہوگا کہ ہم انہیں کالموں میں بار بار اس امر کا اعادہ کر چکے ہیں کہ اگر حکومت سچے دل سے چاہتی ہے کہ وہ اس لعنت کا خاتمہ کرے تو اسے پہلے معاشرہ کی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیئے کیونکہ سرکاری دوائر میں رشوت ستانی کی جو لعنت پائی جاتی ہے وہ درحقیقت ہماری اجتماعی زندگی کے بگاڑ ہی کا نتیجہ ہے چنانچہ صدر ایوب نے بھی اپنی تقریر میں اس طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ صرف سرکاری ملازمین ہی رشوت ستانی کے مجرم نہیں بلکہ وہ افراد بھی اس لعنت کو فروغ دینے کے مجرم ہیں۔، جو رشوت پیش کرتے ہیں اور ملازموں کو راہ راست سے منحرف کرتے ہیں۔

ہماری رائے میں اُن کا یہ خیال قطعی درست اور اسلام کے عین مطابق ہے کیوں کہ اسلام نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے دونوں کو جہنم کا سزاوار قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ اُس شخص کو بھی جو راشی اور مرتشی کے درمیان سودا کرائے یا دلالی کرے لعنتِ خداوندی کا مستوجب ٹھہرایا ہے۔ ظاہر ہے اسلام کی نظر افراد کی ذاتی اصلاح پر ہے اور وہ صالح افراد سے پاکیزہ اور صالح معاشرہ برپا کرنا چاہتا ہے۔ اگر افراد کی اصلاح نہ ہو اور پورے معاشرے کو سدھارنے کی کوشش نہ کی جائے تو ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ لعنت اور برائی کبھی ختم نہیں ہو سکتی، اور معاشرہ کی اصلاح کی فقط یہی صورت ہے کہ افراد کی تربیت مذہب کے اصولوں کے مطابق کی جائے۔ اگر غور کیا جائے تو ہمارے تجزیہ کے مطابق رشوت ستانی کا اصل باعث انسان کی فطری خود غرضی ہے اور اس فطری خود غرضی اور دولت پرستی نے معاشرے کے ہر طبقہ کا چلن بگاڑ دیا ہے جس کا علاج سوائے مذہب کے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ خوب سمجھ لیجئے کہ اگر لوگوں کے دل خوف خدا سے خالی ہوں انھا غوں پر آخرت کا فکر مسلط نہ ہو اور قلوب نورِ ایمان سے خالی ہوں تو ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ وہ زندگی سے سب کچھ اپنے لیے اور اپنے متعلقین کے لیے نچوڑ لے۔ نتیجتاً خود غرضی کو فروغ ہوتا ہے۔ دولت پرستی کی لگن بڑھ جاتی ہے اور لوگ معاشرہ میں اپنے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لیے جائز و ناجائز ذرائع اختیار کرنے لگتے ہیں جس کے باعث رشوت ستانی اور اسی قسم کی دوسری برائیوں جلب زر اور منافع پرستی کو ہوا ملتی ہے اور برائیوں کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رشوت دینے والے اور لینے والے سب اپنی اپنی جگہ نفع اٹھاتے ہیں اور جی بھر کے دوسروں کا حق غصب کرتے ہیں۔ صاف واضح ہے کہ جب کسی شخص کے منہ کو حرام لگ جائے، اور اسے حرام خوری کی چاٹ پڑ جائے تو وہ کسی ایسے شخص کی بات سننا بھی گوارا نہیں کرتا جو اسے نقد نرائن کی زیارت نہ کرائے اور لقمۂ حرام اس کے حلق میں نہ اتارے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حکام اور عوام کے درمیان بد گمانی اور بے اعتمادی کی خلیج حائل ہو جاتی ہے۔ رشوت خور افسروں کی وجہ سے عوام کا اعتماد حکومت سے اٹھ جاتا ہے اور ملک میں بے اطمینانی کی فضا محیط ہو جاتی ہے۔

اب اس صورت میں جب کہ صدر ایوب یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ ملک میں رشوت ستانی کی ملک دشمن وبا موجود ہے اور اس کا اصل حل اخلاق اور مذہب کی پیروی میں ہے تو اُن پر یہ لازم ہے کہ وہ اصل علاج کی طرف متوجہ ہوں۔ ملک میں کتاب و سنت کے مطابق قوانین کا نفاذ عمل میں لائیں، اسلامی معاشرہ کے قیام کی کوشش کریں۔ اور لوگوں کے دلوں میں خوف خدا پیدا کرنے کے لیے باقاعدہ مہم چلائیں۔

ہم نے ۲۰ ر دسمبر ۱۹۶۳ء کے شمارے میں رشوت خوری کے عنوان سے حکومت کی خدمت میں یہ گذارش کی تھی کہ ملک میں معیار زندگی بلند کرنے کے لیے تو بہت سی تدابیر کی جاتی ہیں لیکن اخلاق کے معیار کو بلند کرنے اور لوگوں میں مذہبی روح پھونکنے

باقی صفحہ ۵

خطبہ جمعہ :- ۲ شوال ۱۳۸۴ھ ۵ر فروری ۱۹۶۴ء

زندگی کا مقصد

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے

از مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد وکفیٰ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ۙ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(سورۃ الانعام رکوع ۲۰)

کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں

حاصل

یہ نکلا کہ مسلمان صحیح معنوں میں وہی ہے جس کی نماز، جس کی قربانی، جس کا جینا اور مرنا اور زندگی کی تمام حرکات خالصتاً اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے لئے ہوں اور وہ اپنی ساری زندگی فقط حق تعالیٰ شانہٗ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی رضا جوئی میں صرف کرے

اللہ کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ

اگر انسان چاہے کہ میری زندگی کا ہر لمحہ اور ہر عملِ حیات رضاء الٰہی کا ذریعہ بن جائے تو یہ مقصد بفضلہٖ تعالیٰ آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس صورت میں اس کا ہر کام عبادت میں شمار ہوگا۔ اس کا کھانا، پینا، سونا جاگنا، کپڑا پہننا، تجارت کرنا، زراعت کرنا، ملازمت کرنا حتیٰ کہ بول و براز تک سے فارغ ہونا رضاء الٰہی کا ذریعہ بن سکتے ہیں، اور عبادت میں شمار ہو سکتے ہیں مگر اس کے لئے شرط صرف اتنی ہے کہ ہر کام کرتے وقت دل میں خلوص کے ساتھ یہ نیت کرلے کہ اے اللہ! یہ کام میں صرف تیرے لئے کر رہا ہوں، اور کسی کے لئے نہیں کر رہا اور اس کا مقصد فقط تیرے حکم کی فرمانبرداری اور تیری رضا کا حصول ہے

دستور العمل

جب ہم نے یہ نیت کرلی کہ ہر کام اللہ جل شانہٗ کی رضا کے لئے کرنا ہے اور ہماری زندگی کا مقصد فقط حق تعالیٰ شانہٗ کی رضا جوئی ہے تو اب اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک دستور العمل، ایک مکمل طریق کار اور ایک صحیح پروگرام کی ضرورت ہے اور میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ وہ پروگرام حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے خاص فضل و احسان اور کرم سے ہمیں خود ہی عطا فرما رکھا ہے۔ وہ مکمل دستور العمل، مبارک نظام زندگی اور اکمل ترین لائحہ عمل اللہ تعالیٰ کا کلام۔ قرآن مجید فرقان حمید ہے جس میں حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ خوشخبری سنائی اور اعلان عام کیا کہ:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

(سورہ مائدہ رکوع ۱)

آج میں تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کردیا اور میں نے تمہارے واسطے دین اسلام ہی کو پسند کیا ہے۔

غرض، کامل و اکمل دستور العمل خدا کو راضی کرنے کا قرآن مجید ہے، اس پر عمل کرنے کو اسلام کہتے ہیں اور اس اسلام کی عملی تصویر اور کامل نمونہ اول المسلمین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

چنانچہ خداوند قدوس جل مجدہٗ نے خود قرآن عزیز میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ۝

(سورۃ الاحزاب رکوع ۳)

البتہ تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ (کی ملاقات)، اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے۔ چاہیے کہ ہر معاملہ، ہر ایک حرکت و سکون اور نشست و برخاست میں ان کے نقش قدم پر چلیں اور ہمت و استقلال میں ان کی چال سیکھیں۔

اصلی اور سچا دین

برادران اسلام! جان لو کہ اصلی اور سچا دین فقط وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید میں عطا فرمایا ہے اور جس پر عمل کرنے کا نمونہ بھی محض اپنے فضل و کرم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں دکھا دیا ہے۔

اب ہمارا فرض ہے کہ اسی دین کو اللہ تعالیٰ کا دین سمجھیں اور اسی پر عمل کریں تاکہ عذاب الٰہی سے بچ کر جنت میں جا سکیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا تمغہ حاصل کر سکیں۔

نقلی اور جھوٹے دین

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ہم پر فضل و احسان ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نقلی اور جھوٹے دینوں کی بھی اطلاع فرمائی ہے اور بتا دیا ہے

کہ لوگ نقلی دینوں کا نام بھی اسلام ہی بتائیں گے لیکن وہ درحقیقت سچا دین اسلام نہ ہوگا چنانچہ

رحمت دو عالم کا ارشاد گرامی

ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں
وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَ تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:- اور بے شک بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ سوائے ایک فرقے کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے — انھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سی جماعت ہوگی" (جو بہشت میں جائے گی)، آپ نے فرمایا، جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ کرام، (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہیں۔

نتیجہ

آپ نے دیکھ لیا کہ آپ کی پیشین گوئی ہے کہ آپ کی امت میں بہتر فرقے گمراہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان گمراہ فرقوں میں شامل ہونے سے بچائے اور قرآن مجید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل کے مطابق جو اسلام ہے اُس کا پابند بنائے — آمین

اصلی اور نقلی اسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ کام کرنے والا مسلمان ہے۔ کلمہ شہادت کا اقرار کرنے والا۔ نماز قائم کرنے والا۔ روزہ رکھنے والا۔ زکوٰۃ ادا کرنے والا۔ اور اگر توفیق ہے تو حج کرنے والا۔ پھر فرمایا کہ ان کاموں کے کرنے کا نتیجہ بفضلہ تعالیٰ یہ نکلے گا کہ آدمی کو مغفرت نصیب ہوگی اور اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ تو اصلی اسلام کی شکل ہے اب پنجاب کا نقلی اسلام ملاحظہ فرمائیے۔ نقلی اسلام یہ ہے کہ آدمی کو کلمہ شہادت نہ بھی آتا ہو، نماز نہ پڑھتا ہو روزہ ایک بھی نہ رکھے، زکوٰۃ، باوجود استطاعت کے نہ دیتا ہو اور حج بھی فرض ہونے کے باوجود نہ کرے لیکن مرنے کے بعد امام مسجد کو ایک قرآن کریم بصورت اسقاط دے دے یا دو اڑھائی روپے امام مسجد کو گناہوں کا کفارہ کر کے دے دے۔ تو وہ بخشا جائے گا۔ اندازہ فرمائیے یہ کس قدر گمراہ کن بات ہے اور اس کی شکل اصلی اسلام سے کس قدر مختلف ہے؟- نہیں نہیں بلکہ اسلام کے صریح خلاف ہے مگر اسے پھر بھی اسلام سمجھا جا رہا ہے اور لوگوں کو فریب دیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس نقلی اسلام سے بچائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصلی اسلام کی پیروی کرنے کی توفیق بخشے آمین

نقلی اسلام کی دوسری مثال

اگر ایک شخص کلمہ شہادت کا اقرار کرے نماز باقاعدگی سے ادا کرے، روزے سال کے سارے رکھے، زکوٰۃ پابندی کے ساتھ ادا کرے اور حج بھی کر چکا ہو مگر اولیائے کرام کے مزارات پر قوالی جو کرائی جاتی ہے اس میں شریک نہ ہو اور یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قوالی وغیرہ نہیں کرائی گئی تو اُسے وہابی کہیں گے۔ بے ایمان گردانیں گے اور نہ جانے کن کن دوسرے القابات سے یاد کریں گے اگرچہ وہ شخص پکا اہل سنت والجماعت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا سچا مقلد اور بزرگان دین رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے سلاسل سے وابستہ ہی کیوں نہ ہو۔ مگر یہ نقلی اسلام کے نقیب اُسے مسلمان نہیں سمجھیں گے۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، فریضہ حج اور زکوٰۃ باوجود طاقت کے نہ ادا کرے مگر قوالی کے مصارف میں چندہ دے دے اور خود اس میں سننے کے لئے شریک ہو جائے۔ تو وہ ان کے نزدیک سنی مسلمان ہوگا۔

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

مختصر یہ کہ اس قسم کی بیسیوں چیزیں ہیں جنھیں اصلی اور سچے اسلام سے کوئی تعلق نہیں مگر وہ اسلام ہی خیال کی جاتی ہیں۔

اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اور آپ کو اس قسم کی چیزوں اور نقلی اسلام سے بچائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے اصلی اور سچے اسلام کا پابند بنائے۔ آمین یا الہ العالمین

نیک مشورہ

آخر میں آپ حضرات کو میرا یہ نیک مشورہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر اور سچے اور اصلی اسلام پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہمیشہ ایسے اولیائے عظام اور علمائے کرام کی صحبت میں بیٹھنے کی کوشش کریں جو آپ کو اسلام پیش کرتے وقت دو چیزوں کا لحاظ رکھیں۔ اول قرآن مجید پیش کریں اور اس کے بعد دوسرے نمبر پر وہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل میں دکھا دیں۔ نیز ایسے علماء کے پاس جانے کو زہر قاتل سمجھیں جو عمل سے کورے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کی پیدا شدہ چیزوں کو پیش کر کے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے اور انہیں دین سے دور کرنے کی مذموم کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ایسے علماء کو ہدایت فرمائے اور آپ کو ان سے کنارہ کش ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

بقیہ:- اداریہ

کے لئے کچھ نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ ملک سے بد عنوانیوں کا خاتمہ نہیں ہوتا اور وہ روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ قوم کی داخلی اصلاح، ذہنی تربیت اور کردار کی پاکیزگی کے بغیر معاشرہ سے کوئی بھی برائی ختم نہیں ہوگی چہ جائیکہ رشوت ستانی کی لعنت ختم ہو جائے جو بعض ملازمین کی رگ رگ میں سرایت کر چکی ہے۔

آج ہم پھر اس دعویٰ کا اعادہ کرتے ہیں اور صدر مملکت کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ وہ ملک میں اسلامی تعلیمات کو رواج دینے اسلامی قوانین نافذ کرنے اور صالح معاشرہ کے قیام کی طرف متوجہ ہوں تا کہ ملک سے ہر قسم کی برائیوں کا قلع قمع ہو سکے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نصرتیں ہمارے شامل حال ہوں

وما علینا الا البلاغ

تسخیر الحسن ندوی

شاہی دستر خوان انواع و اقسام کی نعمتوں سے پر ہے، خدام اپنے فرائض انجام دے کر ایک گوشہ میں ادب و تعظیم کا لحاظ کرتے ہوئے کھڑے ہیں۔ امراء و مصاحبین، اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے ہیں۔ لیکن سلطان صلاح الدین ایوبی کی جگہ ابھی تک خالی ہے۔ اس لیے تمام لوگ حیرت و تعجب میں ڈوبے ہوئے ہیں اور سب کی نگاہیں، سامنے پردہ پر مرکوز ہیں۔

چند لمحہ بعد پردہ میں جنبش ہوئی اور بیٹھے ہوئے لوگوں کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن آنے والے کو دیکھ کر سب کی خوشی کافور ہو گئی اور ابھی ملک افضل سلطان کی جگہ پر بیٹھنے نہ پائے تھے کہ ہر طرف سے سسکیوں کی آوازیں آنے لگیں۔ اور آہ و بکا کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا، کھڑے ہوئے خدام بھی اپنے دامنوں کو اشک سے تر کر رہے تھے۔

آہ و بکار کا سلسلہ ختم ہوا۔ لیکن کھانے کی طرف توجہ دینے کے بجائے ہر ایک کی سوالیہ نگاہیں ملک افضل کی طرف تھیں۔ ملک افضل نے بھی ان آنکھوں کے مفہوم کو سمجھ لیا اور کہنا شروع کیا "والد بزرگوار آج شب بھر بالکل نہیں سوئے۔ ان کو آج بہت تکلیف تھی۔ تمام بدن پر خشکی کا غلبہ ہے، وہ بہت کمزور ہو گئے ہیں، آپ حضرات دعائیں فرمائیں" ملک افضل اس سے زیادہ اور کچھ بھی نہ کہہ سکے کیوں کہ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

آج سلطان کو بیمار ہوئے چھ دن ہو گئے ہیں، ہر قسم کی دوائیں دی گئیں اطبا نے اپنی پوری کوششیں صرف کیں، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ ضعف تو بہت بڑھ گیا ہے۔ ابھی ابھی انھیں دوا دی گئی ہے اور اب خادم پانی لیے حاضر ہے تاکہ بدمزگی دور ہو جائے۔ سلطان نے پانی پیا اور فرمایا "بھئی یہ تو بہت ہی گرم ہے" خادم دوسرا پانی لایا، پینے کے بعد فرمایا "یہ تو بہت ٹھنڈا ہے۔ کیا کوئی اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ معتدل پانی مجھے دے۔

سلطان کے قریب ہی قاضی فاضل اور قاضی بہاؤ الدین بیٹھے ہوئے تھے، ان سے نہ رہا گیا۔ وہ دونوں اٹھ کر باہر چلے آئے اور قاضی فاضل کہہ رہے تھے کہ افسوس اب ایسا با اخلاق شخص ہم سے جدا ہو رہا ہے۔ خدا قسم اگر کوئی دوسرا اس وقت ہوتا تو وہ غصہ میں آکر پیالہ کو لانے والے کے منہ پر دے مارتا اور غصہ میں جو کچھ بکتا وہ الگ۔

سلطان کا مرض دن بدن بڑھتا، ہی رہا لوگ مایوس ہوتے رہے، ہر طرف غم و الم کے بادل چھانے لگے لوگ اپنے محبوب رہنما کا حال معلوم کرنے کے لیئے بے چین رہتے سلطان کے مکان کے دروازے پر ہر وقت بھیڑ لگی رہتی۔ لوگ احوال معلوم کرنے آتے، اور غمگین اور رنجیدہ لوٹ جاتے کسی کو اپنا ہوش نہیں تھا۔ کھانے پینے کی فکر کسی کو نہیں تھی، لباس اگر بوسیدہ اور پھٹا ہوا ہے تو اس کی طرف بھی توجہ نہیں، مسجدیں نمازیوں سے پر ہیں ہر نماز کے بعد سلطان کے لیے دعاؤں کے ہاتھ اٹھ جاتے۔ اشک بہتے رہتے اور دعائیں ہوتی رہتیں۔

لیکن قدرت کے فیصلے دعاؤں سے نہیں بدلتے۔

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

بیماری کے نویں دن سلطان پر غشی طاری ہو گئی۔ جس کی خبر پورے ملک میں پھیل گئی۔

چلتے ہوئے قدم رک گئے۔ کھلے ہوئے بازار بند ہو گئے۔ کمزور دل والے لوگ بے ہوش ہو گئے۔ بہتیرے غم سے پاگل ہو گئے۔ مسجدوں میں لوگ جمع ہونے لگے، جو بھی گیا وضو کر کے سجدے میں گر گیا۔ اور گریہ وزاری کرنے لگا اور دعا میں مشغول ہو گیا

مرض کے دسویں دن شمع بجھنے سے پہلے بھڑکی۔ سلطان کے مرض میں کچھ کمی آئی۔ صحت ٹھیک ہونا شروع ہوئی ہر طرف خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ لوگ خوشی سے دیوانے ہو گئے۔ ہر ایک دوسرے کا منہ میٹھا کرنے لگا۔

لیکن دوسرے دن جو خبر عوام تک پہنچی۔ اس نے عوام کو اور زیادہ بے چین کر دیا۔ کیوں کہ لوگ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے "آج سلطان کے جسم سے اس قدر پسینہ نکلا کہ پورا بستر بھیگ گیا اور نمی کا اثر چٹائی اور زمین پر بھی تھا۔ آج سلطان کو بیمار ہوئے ۱۴ دن ہو گئے ہیں۔ مرض نے بہت شدت اختیار کر لی ہے۔ ضعف بڑھ گیا ہے اعیان و انصار، امراء و وزراء خدام و مصاحبین سر جھکائے کھڑے ہیں، اور سلطان کی کیفیت کا بغور مطالعہ کر رہے ہیں۔ اسی اثنار میں ملک افضل کمرہ میں داخل ہوئے اور کچھ اشارہ کیا اور لوگ باہر چلے گئے۔ اندر عورتوں کا اجتماع سلطان سے ملنے کے لیے بےچین تھا

تمام لوگوں کے ساتھ ملک افضل بھی باہر چلے آئے انھوں نے آتے ہی قاضی فاضل اور قاضی بہاء الدین سے کہا کہ آج آپ لوگ یہیں رک گئے۔ سلطان کی طبیعت آج بہت خراب ہے۔ لیکن قاضی فاضل نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ "میرے خیال میں شیخ ابو جعفر کا قیام زیادہ مناسب ہوگا۔

شام کو سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ اب سلطان کے کمرہ میں صرف شیخ ابو جعفر تھے، اور سلطان پر غشی طاری تھی۔ دونوں آنکھیں بند تھیں۔ شیخ جعفر نے قرآن کریم کی تلاوت جب وہ اس آیت پر پہنچے

هو الله الذی لا اله الا هو عالم الغیب و الشهادة"

(وہی وہ ذات ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ حاضر و غائب سب کو جانتا ہے)"

تو سلطان نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور فرمایا "صحیح" ہے۔

تلاوت اس کے بعد بھی جاری رہی

باقی صفحہ ۱۸

حیاتِ اُخروی

کے لئے

جدوجہد کرنا ہمارا اولین و اہم ترین

فریضہ ہے

محمد شفیع عمر الدین (حیدرآباد)

؎ گر اہل معرفتی دل در آخرت بندی
نہ در خرابۂ دنیا کہ حسرت آباد است

الدنیا مزرعة الاخرة)
دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

ایک کسان دنیا کی کھیتی میں جو جنس بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ گندم بو کر گندم کاٹی جاتی ہے اور جو بونے والا جو ہی کاٹتا ہے اور فصل بونے کے موقع پر جو شخص کچھ نہ بوئے وہ فصل کاٹنے کے موسم میں خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اس جہاں میں وقت غفلت میں نہ گزارے گا اور آخرت کی کھیتی آباد کرتا رہے گا، وہ آخرت میں کامیاب و کامران ہوگا ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

آخرت کی کھیتی کی آبادی اعمالِ صالح کے بجا لانے سے ہوتی ہے اور اعمال صالح وہ اعمال ہیں جو قرآن کریم اور اس کی عملی شرح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم)، کے مطابق ہوں۔

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی نصیحت اس بارے میں ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں

"عمل کا وقت گزرتا جا رہا ہے اور ہر لمحہ جو گذر رہا ہے وہ عمر کو گھٹا رہا ہے اور موت کی مقررہ گھڑی کو قریب لا رہا ہے (اس لئے) اگر آپ آج بیدار نہ ہوتے تو مرنے کے بعد کل صرف حسرت و ندامت کا سامنا ہوگا مگر گزرا ہوا وقت ہاتھ نہ آئے گا (اس لئے بڑا اہتمام کریں کہ یہ چند روزہ زندگی شریعت کے مطابق گزر جائے تاکہ آخرت میں نجات کی امید کی جا سکے۔

(یاد رہے کہ) یہ وقت عمل کرنے کے لئے ہے، (عیش و آرام کے لئے نہیں) عیش و آرام کا وقت مرنے کے بعد دائمی ملنے والی زندگی میں ہے اور وہ اس جہان میں کئے ہوئے نیک اعمال کا ثمرہ ہے۔ یہ عمل کرنے کا وقت عیش و عشرت میں گنوا دینا ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنی کھیتی کو پکنے سے پہلے کچا کھا جائے اور اس کے پختہ پھل سے محروم رہے"

لہٰذا اس چار روزہ زندگی کی قدر کرو ؎

این ہر نفس کہ میرود از عمر گوہریست
کانرا بہائے ملک دو عالم بود بہا
مپسند کایں خزانہ دہی رائیگاں بباد
آنکہ روی بخاک تہی دست و بے نوا

یعنی اس زندگی کا ہر سانس جو گزر رہا ہے وہ ایک نہایت قیمتی موتی ہے اس کو احکام اللہ اور احکام الرسولؐ کے مطابق بسر کر کے دونوں جہان کی بھلائیاں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اس لئے تجھے زندگی کے ہر سانس کی قدر کرنی چاہیئے اور اسے فضول اور بے فائدہ کاموں میں ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ ایسا ہرگز نہ کرنا کہ اسے ضائع کر کے تو قبر میں خالی ہاتھ جائے اور پھر پچھتائے۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

(المنٰفقون آیت ۱۰)

ترجمہ:- اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آ جائے۔ تو کہے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت کے لئے ڈھیل کیوں نہ دی کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں ہو جاتا۔ یعنی موت کی گھڑی آنے سے پہلے صالح اور نیک بن جاؤ۔ جب یہ گھڑی آ گئی تو مہلت ہرگز نہ ملے گی

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ

(المنٰفقون آیت ۱۱)

ترجمہ اور اللہ کسی نفس کو مہلت نہیں دے گا جب اس کی اجل آ جائے گی۔

اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی بندے کی یہ حالت ہے کہ آخرت کو فراموش کر کے دنیاوی زندگی پر مرمٹتا ہے۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝

(اعلیٰ آیت ۱۶)

ترجمہ۔ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔

دنیا کی مثال

حالانکہ دنیا فانی ہے۔ اسے بقا نہیں

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ؕ

(یونس آیت ۲۴)

ترجمہ دنیا کی زندگی کی مثال مینہ کی سی ہے کہ اسے ہم نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ سبزہ نکلا جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں یہاں تک کہ جب زمین سبزے سے خوبصورت اور آراستہ ہو گئی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر بالکل قابض

ہو چکے ہیں، تو اس پر ہماری طرف سے دن یا رات میں کوئی حادثہ آ پڑا۔ سو ہم نے ایسا کر دیا کہ گویا وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اسی طرح ہم نشانیوں کو کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے سامنے جو غور کرتے ہیں۔

حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح

"یعنی مختلف الوان و اشکال کی نباتات نے زمین کو پر رونق اور مزین کر دیا اور کھیتی وغیرہ ایسی تیار ہو گئی کہ مالکوں کو کامل بھروسہ ہو گیا کہ اب اس سے پورا فائدہ اٹھانے کا وقت آ گیا ہے۔

(اَتٰىهَا اَمْرُنَا) یعنی ناگہاں خدا کے حکم سے دن یا رات میں کوئی آفت آ پہنچی۔ (مثلاً یکولا آ گیا یا اولے پڑ گئے یا ٹڈی دل پہنچ گیا و علیٰ ہذا القیاس) اس نے تمام زراعت کا صفایا کر ڈالا گویا کبھی یہاں ایک تنکا بھی نہ اگا تھا۔ ٹھیک اسی طرح حیات و زندگی کی مثال سمجھ لو کہ خواہ کتنی ہی حسین اور تر و تازہ نظر آئے حتیٰ کہ بے وقوف لوگ اس کی رونق و دلربائی پر مفتون ہو کر اصل حقیقت کو فراموش کر دیں لیکن اس کی یہ شادابی اور زینت و بہجت محض چند روزہ ہے جو بہت جلد زوال اور فنا کے ہاتھوں نسیاً منسیاً ہو جائیگی حضرت شاہ صاحب نے اس مثال کو نہایت لطیف طرز میں خاص انسانی حیات پر منطبق کیا ہے۔ یعنی پانی کی طرح روح (عالم بالا) سے آئی ہے۔ کالبد خاکی میں مل کر قوت پکڑی۔ دونوں کے ملنے سے آدمی بنا۔ پھر کام کئے انسانی اور حیوانی دونوں طرح کے۔ جب ہر ہنر میں پورا ہوا اور اس کے متعلقین کو اس پر بھروسہ ہو گیا۔ ناگہاں موت آ پہنچی جس نے ایک دم سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا۔ پھر ایسا بے نام و نشان ہوا گویا کبھی زمین میں آباد ہی نہ ہوا تھا

(فائدہ) لَيْلًا اَوْ نَهَارًا (رات کو یا دن کو)، شاید اس لئے فرمایا کہ رات کا وقت غفلت کا ہے اور دن میں لوگ عموماً بیدار ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب خدا کا حکم آ پہنچے، پھر سوتا ہو یا جاگتا۔ غافل ہو یا بیدار، کوئی شخص کسی حالت میں اسے روک نہیں سکتا"

۲ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

(التوبہ آیت ۳۸)

ترجمہ: کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو۔ دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے

(ف) اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے کہ وہ دنیاوی عیش و آرام کے دام میں پھنس کر اسے نہ چھوڑ بیٹھیں۔ آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیاوی عیش و آرام کی کوئی وقعت نہیں۔

(۳) وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

(الانعام آیت ۳۲)

ترجمہ: اور دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشہ ہے۔ البتہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو پرہیزگار ہوتے۔ کیا تم نہیں سمجھتے

حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح

کفار تو یہ کہتے تھے کہ دنیوی زندگی کے سوا کوئی زندگی ہی نہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فانی اور مکدر زندگانی حیات اُخروی کے مقابلہ میں محض ہیچ اور بے حقیقت ہے۔ یہاں کی زندگی کے صرف ان ہی لمحات کو زندگی کہا جا سکتا ہے جو آخرت کی درستی میں خرچ کئے جائیں۔ بقیہ تمام اوقات جو آخرت کی فکر و تیاری سے خالی ہوں ایک ناعاقبت اندیش کے نزدیک لہو و لعب سے زائد وقعت نہیں رکھتے۔ پرہیزگار اور سمجھدار لوگ جانتے ہیں کہ ان کا اصلی گھر آخرت کا گھر اور ان کی حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے

حقیقی زندگی

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

(العنکبوت۔ آیت ۶۴)

ترجمہ:۔ اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور اصلی زندگی عالم آخرت کی ہے۔ کاش وہ سمجھتے۔

(ف) یعنی آدمی کو چاہیے یہاں کی چند روزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے۔ اصلی و دائمی زندگی وہی ہے۔ دنیا کے کھیل تماشے میں غرق ہو کر عاقبت کو بھول نہ بیٹھے بلکہ یہاں رہ کر وہاں کی تیاری اور سفر آخرت کا توشہ درست کرے"

(حضرت شیخ الاسلام عثمانی رح)

سفرِ آخرت کا توشہ

آخرت کی فکر اہل بصیرت اور اہل خرد ہی کرتے ہیں کم عقل اور کوتاہ اندیش تو دنیاوی زندگی کی بھول بھلیوں میں پھنس کر عمل کا وقت ضائع کر دیتے ہیں

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ ۝ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝

(الرعد آیت ۱۹-۲۴)

ترجمہ: سمجھتے تو عقل والے ہی ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اس عہد کو نہیں توڑتے۔ اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کے ملانے کو اللہ نے فرمایا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضامندی کے لئے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کے بدلے میں بھلائی کرتے ہیں انہیں کے لئے آخرت کا گھر ہے۔ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ خود بھی رہیں گے اور انکے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے بھی جو نیکوکار ہیں اور ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے۔ کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے۔ پھر آخرت کا گھر کیا ہی اچھا گھر ہے۔

(ف) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات بیان فرمائیں جو دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

(۱) **وہ عقل مند ہیں** وہ صحیح و سلیم عقل کے مالک ہیں اور احکام اللہ و احکام الرسول سے وعظ و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ دیندار ہونا ہی عقل مندی کی علامت ہے

(۲) **اللہ تعالیٰ کے عہد پورے کرتے ہیں** ان سب عہدوں کی یاد دہانی قرآن مجید اور اس کی عملی شرح حدیث شریف میں موجود ہے۔ وہ شرعی فرائض بجا لانے کے عہد کو اچھی طرح نباہتے ہیں۔ اور مخلوق کے ساتھ جو عہد و پیمان کریں وہ بھی پورے کرتے ہیں بشرطیکہ وہ غیر شرعی نہ ہوں

(۳) **جسے اللہ تعالیٰ نے ملانے کا حکم فرمایا ہے اُسے ملاتے ہیں:** مثلاً خویش و اقارب کے ساتھ اتفاق اور محبت کے ساتھ مل جل کر رہنے کی بڑی تاکید ہے۔ یہ اس پر عمل پیرا ہیں۔ ایمان لانے کے بعد عمل صالح بجا لانے کا حکم ہے۔ یہ ایمان کے ساتھ اعمال صالح کو ملاتے ہیں۔

(۴) **عہد نہیں توڑتے** ایفائے عہد نہ کرنا از روئے حدیث شریف منافقوں کی ایک علامت ہے۔ ایک عقل مند مسلمان کے شایانِ شان نہیں کہ وہ منافقوں کا طریقہ اختیار کرے۔

(۵) **اللہ تعالیٰ سے ڈرنا** وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اوامر پر عمل کرتے ہیں اور نواہی سے بچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے بچنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں

(۶) **قیامت کے دن کے حساب کا کھٹکا** انہیں قیامت کے دن کے بڑے حساب کا فکر ہر وقت دامنگیر رہتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے سب اعمال، حرکات و سکنات پر کڑی نگرانی رکھتے ہیں تاکہ ان کا کوئی فعل یا حرکت شرعی حدود کے دائرے سے تجاوز نہ کر جائے۔

(۷) **صبر کرنے والے ہیں** صبر دو طرح کا ہے

(۱) شرعی احکام پر ڈٹ کر چلنا۔

باقی صفحہ ۱۴ پر

سود

محمد حسین بورسٹل جیل

سورۃ بقرہ آیت ۲۷۵ سے ۲۸۱ تک پارہ ع۳

الذین یاکلون الربوٰ سے وھم لا یظلمون ۲۸۱

ترجمہ:- جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ وہ قیامت کے دن نہیں اٹھیں گے۔ مگر اس شخص کی طرح اٹھیں گے۔ جس کے حواس شیطان (جن) نے لپٹ کر کھو دیئے ہوں۔ "یہ حالت ان کی" اس لیے ہوگی کہ انھوں نے کہا تھا کہ سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا۔ حالانکہ اللہ نے سوداگری کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ پھر جسے اپنے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو پہلے (سود) لے چکا ہے۔ وہ اسی کا رہا۔ اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور جو کوئی پھر سود لے۔ وہی لوگ دوزخ والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔" جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیئے اور نماز کو قائم رکھا اور زکواۃ دیتے رہے تو ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر "بدلہ" ہے اور ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ باقی سود رہ گیا ہے۔ اسے چھوڑ دو (معاف کر دو) اگر تم نے نہ چھوڑا تو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ اور اگر توبہ کر لو۔ تو اصل مال تمہارا تمہارے واسطے ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو۔ اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ اور اگر وہ (قرض لینے والا) "تنگ دست ہے تو آسودہ حالی تک مہلت دینی چاہیئے۔ اور بخش دو تو تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔ اور اُس دن سے ڈرو جس دن اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

خداوند کریم نے یہودیوں پر جو چیزیں سود لینے کے باعث حرام و ممنوع قرار دیں اور جو سزا ان کے لیے منتخب فرمائی ملاحظہ ہو

سورۃ النسآء پارہ نمبر ۶ آیت ۱۶۰ سے ۱۶۱ تک۔ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ سے ...... عَذَابًا اَلِیْمًا تک۔ ترجمہ:- سو یہود پر ان کے گناہوں کے سبب ہم نے بہت سی پاک چیزیں حرام کر دیں۔ جو ان پر حلال تھیں۔ اور اس سبب سے کہ اللہ کی راہ سے بہت روکتے تھے۔ اور ان کے سود لینے کے سبب سے حالانکہ اُس سے منع کیے گئے تھے اور اس سبب سے کہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے اور ان میں سے جو کافر ہیں ہم نے (اللہ) نے (ان کے) لیے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

عزیز بھائیو اور بزرگو! آپ نے قرآنِ فرقان کا فیصلہ سن لیا۔ ارشادات ربانی کو پس پشت ڈالنا اور جو اشیاء خداوند کریم نے ہمارے لیے ممنوع قرار دیں۔ ان کو مفید سمجھتے ہوئے استعمال میں لانا۔ اصل میں ہماری ذلت و رسوائی تنزل و ادبار اور وبال گونا گوں کا باعث و موجب ہیں۔ ڈرو اس عذاب الٰہیہ سے جس کا ذکر مذکورہ بالا سطور میں مرقوم ہے۔ جس میں سود لینے والوں اشیاء ممنوعات کے مرتکب ہونے والوں۔ لوگوں کا ناحق (جبراً) مال کھانے والوں کے لیئے خداوند عزوجل کی درد ناک سزا کا ذکر ہے۔ امات ربانی احکام یزدانی اٹل ہیں۔

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ہُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○

اس کتاب (قرآن فرقان) میں کوئی شک نہیں راہ بتلاتی ہے نیک لوگوں کو۔

نیک بنو نیکی پھیلاؤ۔ توحید پرست بنو۔ مسلمانی اور فرمانبرداری سیکھو۔ منہیات و ممنوعات سے دامن کش رہو۔ شیطان کی پیروی اور تتبع سے گریزاں رہو۔ مالکِ کُل کے ارشادات و احکامات کو بسرو چشم قبول کرو اور باعث فرمانبرداری سر تسلیم خم کر دو۔ گذشتہ گناہوں پر ندامت محسوس کرو۔ انفعال و ندامت کے آنسو بہاؤ۔ غیر اللہ کے در پر حاجت روائی کے لیے مت جاؤ۔ کسی کی خوشامد مت کرو۔ بیشک سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ جبر مت کرو اور "سود کھانے سے لہو اور پیپ پینا اچھا ہے"

(حدیث)

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

سیدنا اویس قرنیؒ

طاہر پاشا

تعارف سرکار دو عالم کا ارشاد ہے: اویسؒ احسان و عظمت میں تابعین سے بہتر ہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ کبھی کبھی سرور دو عالم صلعم یمن کی طرف منہ کرتے اور فرماتے: "نسیم رحمت یمن کی طرف سے پاتا ہوں"۔ مروی ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک ایسا آدمی ہے جو قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ و مضر کی بکریوں کے بالوں کے برابر کی شفاعت کرے گا۔ (ان دو قبیلوں کی بکریاں بہت زیادہ تعداد میں تھیں) صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! ایسا شخص کون ہوگا۔ فرمایا: اللہ کے بندوں میں سے ہوگا۔ انھوں نے جواب دیا: ہم سب خدا کے بندے ہیں لیکن اس کا نام کیا ہے۔

آپ نے فرمایا: اویسؒ قرنی۔ صحابہؓ نے پوچھا وہ کہاں ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا۔ قرن میں صحابہؓ نے پوچھا: انھوں نے آپؐ کو دیکھا ہے۔ فرمایا: دیدۂ ظاہر سے دیدۂ دل سے۔ صحابہؓ نے کہا: کیا ایسا شخص آپ کی خدمت میں نہیں حاضر ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا: دو وجہ سے نہیں آ سکتا۔ ایک تو جذبۂ حال کی وجہ سے۔ دوسرے تعظیم و شریعت کے لحاظ سے کہ اس کی ماں ضعیف اور نابینا ہے۔ اویس شتر بانی کرتا ہے اور ماں کا نفقہ اس سے حاصل کرتا ہے صحابہؓ نے کہا: کیا ہم اسے دیکھ سکتے ہیں؟ آپؐ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا: تو اسے نہ دیکھے گا۔ ہاں فاروقؓ و مرتضیٰؓ اسے دیکھیں گے۔ اس کے بال بکثرت ہیں اور دائیں پہلو اور ہاتھ کی ہتھیلی پر درہم کے برابر سفید داغ ہے، لیکن یہ مرض کا داغ نہیں۔ تم جب اسے پاؤ تو اس سے میرا سلام کہو اور کہو کہ میری امت کے لیے دعا کرے۔ نقل ہے کہ جب حضور صلعم قریب وفات ہوئے تو صحابہؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ آپ کا لباس کس کو دیں؟ آپ نے فرمایا اویسؒ قرنی کو۔

فاروقؓ و مرتضیٰؓ کی ملاقات نبی صلعم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کوفہ تشریف لائے۔ فاروقؓ اعظم نے خطبہ کے درمیان کہا اے اہل نجد! کھڑے ہو جاؤ!! سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ پوچھا: تمہارے درمیان کوئی قرن کا رہنے والا ہے۔ لوگوں نے کہا: ہاں آپؓ نے اویسؒ قرنی کے متعلق پوچھا۔ لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا...... ایک ...... وحشی ہے جو لوگوں سے دور ہے۔

فاروقؓ اعظم نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ وادیٔ عزا میں اونٹ چراتا ہے۔ اور رات کو خشک روٹی کھاتا ہے۔ شہر میں نہیں آتا۔ لوگوں سے میل ملاپ بھی نہیں رکھتا۔ جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے۔ جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے۔

جناب فاروقؓ اعظم اور جناب مرتضیٰؓ اس وادی میں گئے اور انہیں نماز میں مشغول پایا۔ فرشتے ان کے اونٹوں کی نگہبانی کر رہے تھے۔ جناب اویسؒ نے نماز ختم کی علیک سلیک ہوئی۔ جناب فاروقؓ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ کہا: غلام۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ہم سب غلام ہیں۔ میں آپ کا خاص نام پوچھتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ اویسؒ۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اپنا دایاں ہاتھ دکھاؤ۔ چنانچہ سرور کائناتؐ نے بتایا تھا وہ موجود تھا۔ آپؓ نے حضورؐ کا سلام پہنچایا۔ اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت اویسؒ نے بڑے خضوع و خشوع اور اس آہ و زاری سے دعا مانگی اور بالآخر یہ مژدہ سنایا اللہ تعالیٰ نے قبیلہ بنی ربیعہ و مضر کی بکریوں کے بالوں کے برابر مومنین کو میرے لیے بخش دیا۔

فاروقؓ اعظم نے پوچھا: اویسؒ! تو نے رسول خدا صلعم کی زیارت کیوں نہ کی؟ آپؒ نے جواب دیا: اگر تم نے انہیں دیکھا ہے تو بتاؤ کہ آپ کے ابرو ملے ہوئے تھے یا نہ۔ فاروقؓ اعظم اس کا جواب نہ دے سکے۔

پھر اویسؒ نے کہا: تم رسول خدا کے دوست ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں!

اویسؒ نے کہا: اس دن جس دن آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے ہم نے اپنے دانت، ان کی مدافعت میں کیوں نہ توڑ لیے۔ پھر آپ نے اپنے دانت دکھائے جو سب ٹوٹے ہوئے تھے اور کہا: جب میں ایک دانت توڑتا تھا تو میرے دل کو قرار نہ آتا تھا حتیٰ کہ میں نے ایک ایک کر کے سب دانت توڑ لیے۔ یہ سن کر جناب فاروقؓ و جناب مرتضیٰؓ پر رقت طاری ہو گئی۔

حضرت عمرؓ کو وصیت حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے وصیت کرو۔

حضرت اویسؒ نے کہا: اے عمرؓ! خدا کو پہچانتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا: ہاں پہچانتا ہوں۔ کہا: اگر اس کے سوا کسی اور کو نہ جانے تو تیرے لیے بہتر ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا: اور کچھ کہو! آپؒ نے کہا۔ کیا خدا تعالیٰ تجھے جانتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں جانتا ہے۔ کہا: اگر سوائے اس کے کوئی دوسرا تجھ کو نہ جانے تو تیرے لیے بہتر ہے۔

آپؒ نے کہا

● — گناہ کو چھوٹا خیال نہ کرو۔ اس کو بڑا سمجھو کیوں کہ اس کی وجہ سے تم گنہگار ہوئے۔

● — ایک ساعت بھی موت کی یاد سے غافل نہ رہو۔

● — جو شخص تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔ دوزخ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے (۱) اچھا لباس (۲) اچھا طعام (۳) امرا کے ساتھ صحبت۔

● — جس شخص نے خدا کو پہچان لیا اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔

● — دل کو حاضر رکھ تاکہ غیر اس میں جگہ نہ پائے۔

● — میں نے بلندی طلب کی تو عاجزی میں پائی۔

● — میں نے سرداری کو چاہا تو اسے سچائی میں پایا۔

● — میں نے فخر کو ڈھونڈا تو اسے فقر میں پایا۔

● — میں نے نسبت کو تلاش کیا تو اسے پرہیزگاری میں پایا۔

● — میں نے بزرگی کو ڈھونڈا تو اسے قناعت میں پایا۔

● — میں نے بے پرواہی کو چاہا تو اسے توکل میں پایا۔

باقی صفحہ ۱۴ کالم ۳ پر ملاحظہ فرمائیے

سخاوت اور بخل

حاجی کمال الدین مدرس کارپوریشن سکول محمود بوٹی۔ لاہور

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے پس جو شخص سخی ہوگا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا۔ جس کے ذریعہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور بخل دوزخ کا ایک درخت ہے جو شخص بخیل ہوگا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا۔ یہاں تک کہ وہ ٹہنی اس کو جہنم میں داخل کر کے رہے گی۔

مطلب ظاہر ہے کہ جب بخل جہنم کا درخت ہے تو اس کی ٹہنی پکڑ کر جو شخص چڑھے گا۔ وہ جہنم ہی میں پہنچے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام سخا ہے۔ سخاوت اسی سے پیدا ہوا ہے اور جہنم میں ایک درخت ہے۔ جس کا نام شح ہے۔ شح اسی سے پیدا ہوا ہے۔ جنت میں شحیح داخل نہ ہوگا اور یہ پہلے متعدد مرتبہ معلوم ہو چکا ہے کہ شح بخل کا اعلیٰ درجہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں دنیا میں جھک رہی ہیں۔ جو کوئی اس کی ٹہنی کو پکڑ لیتا ہے وہ ٹہنی اس کو جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ اور بخل دوزخ کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں دُنیا میں جھک رہی ہیں جو شخص اس کی کسی ٹہنی کو پکڑ لیتا ہے وہ ٹہنی اس کو دوزخ تک پہنچا دیتی ہے۔

ظاہر ہے کہ جو سڑک اسٹیشن پر جاتی ہے جب آدمی اس سڑک پر چلتا رہے گا لامحالہ کسی وقت اسٹیشن پر پہنچ ہی جائے گا۔ اسی طرح سے یہ ٹہنیاں ہیں اور یہ جن درختوں کی ہیں جب ان کو کوئی پکڑ کر چڑھے گا تو جہاں وہ درخت کھڑا ہے وہاں پہنچ کر رہے گا۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ دو خصلتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ ایک تو بخل دوسری بد خلقی، یعنی کوئی شخص مومن ہو کر بخیل بھی ہو اور بد خلق بھی یہ مومن کی شان ہرگز نہیں۔ ایسے شخص کو اپنے ایمان کی بڑی فکر چاہیئے خدا نخواستہ ایسا نہ ہو کہ ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے کیونکہ جس طرح ہر خوبی دوسری خوبی کو کھینچتی ہے اسی طرح ہر عیب دوسرے عیب کو کھینچتا ہے۔

دوسری حدیث میں اس سے بھی بڑھ کر حضورؐ کا ارشاد ہے کہ شح (یعنی بخل کی اعلیٰ قسم) ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی کہ ان دونوں چیزوں کا اجتماع ہے جیسا کہ آگ اور پانی کا جمع ہونا کہ جونسی چیز غالب ہوگی۔ وہ دوسرے کو فنا کر دیگی اگر پانی غالب ہے آگ کو بجھا دے گا۔ آگ غالب ہے تو پانی کو جلا دے گی ایسے ہی یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے منافی ہیں۔ جونسی چیز غالب ہوگی رفتہ رفتہ دوسری کو فنا کر دے گی۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی ولی ایسا نہیں ہوا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے دو عادتیں پیدا نہ کر دی ہوں ایک سخاوت دوسری خوش خلقی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کا کوئی ولی ایسا نہیں ہے، جو سخاوت کا عادی نہ بنا دیا گیا ہو۔ اور بہت ظاہر بات ہے کہ اگر اللہ جل شانہ سے تعلق اور محبت ہے تو اس کی مخلوق پر خرچ کرنے کو بے اختیار دل چاہے گا کہ محبوب کے عزیز اقارب کی خاطر محبت کے لوازمات سے ہے اور جب مخلوق خدا کی عیال ہے۔ تو ان پر خرچ کرنے کو ولی کا دل ضرور چاہے گا۔ اور اس کے عیال میں بھی جس کا تعلق اس کے ساتھ جتنا زیادہ قوی ہوگا اتنا ہی اس پر خرچ کرنے کو زیادہ چاہے گا۔ اور اگر نہ چاہے تو معلوم ہوا کہ مال کی محبت اللہ کی محبت سے زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا دعویٰ جھوٹ ہے

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا کہ جنت میں نہ تو چالباز (دھوکہ باز) داخل ہوگا نہ بخیل نہ صدقہ کر کے احسان رکھنے والا۔

علماء نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان صفات کے ساتھ کوئی شخص بھی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اگر کسی مومن میں یہ بری صفات خدانخواستہ پائی جاتی ہوں گی تو اول تو حق تعالیٰ اس کو دنیا ہی میں ان سے توبہ کی توفیق عطا فرما دیں گے اور اگر یہ نہ ہوا تو اول جہنم میں داخل ہو کر ان صفات کا تنقیہ ہونے کے بعد جنت میں داخل ہو سکے گا۔ لیکن جہنم میں داخل ہونا چاہیے تھوڑی دیر کے لیے ہو کیا کوئی معمولی اور آسان ہے، دنیا کی آگ میں تھوڑی دیر کے لیے ڈالا جانا کیا اثرات پیدا کرتا ہے حالانکہ یہ آگ جہنم کی آگ کے مقابلے میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضورؐ یہ آگ کیا کچھ کم ہے یہ تو خود ہی بہت کافی اذیت پہنچانے والی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ اس سے انہتر ۶۹ درجہ بڑھی ہوئی ہے ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جہنم میں سب سے کم عذاب والا شخص وہ ہوگا جس کو جہنم کی آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی اور ان کی وجہ سے اس کا دماغ ایسا جوش مارے گا جیسا کہ ہنڈیا آگ پر جوش مارتی ہے۔ ایک حدیث میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو اپنے دست مبارک سے بنایا پھر اس کو آراستہ کیا پھر فرشتوں کو حکم فرمایا کہ اس میں نہریں جاری کریں اور پھل اس میں لٹکا دیں۔ جب حق تعالیٰ نے اس کی زیب و زینت کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم میرے عرش پر بلندی کی قسم تجھ میں بخیل نہیں آ سکتا۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں، میں ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ کعبہ شریف کی دیوار کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا کہ کعبہ کے رب کی قسم وہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان کون لوگ حضورؐ نے فرمایا کہ جن کے پاس مال زیادہ ہو مگر وہ لوگ جو اس طرح (خرچ کریں) اپنے داہنے سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لیکن ایسے آدمی بہت کم ہیں۔

حضرت ابوذرؓ زاہدین صحابہ میں ہیں ان کو دیکھ کر یہ ارشاد حقیقتہً ان کی تسلی تھی کہ اپنے فقر و زہد پر کسی وقت بھی خیال نہ کریں۔ یہ مال و متاع کی کثرت فی ذاتہٖ کوئی محبوب چیز نہیں بلکہ بڑے خسارے اور

ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ سے غفلت کا سبب بنتی ہے۔ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ بغیر تنگدستی کے اللہ کی طرف رجوع بہت ہی کم ہوتا ہے البتہ جن لوگوں کو اللہ نے توفیق عطا فرمائی ہے اور وہ ضرورت کے موافق جہاں اور جس طرف ضرورت ہو چاروں طرف بخشش کا ہاتھ پھیلاتے ہوں ان کے مال مضر نہیں لیکن حضور نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ ایسے آدمی کم ہیں عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ جہاں مال کی کثرت ہوتی ہے فسق و فجور آوارگی عیاشی اپنے ساتھ لاتی ہے اور بے محل خرچ کرنا نام و نمود پر صرف کرنا تو دولت کے ادنیٰ کرشموں میں سے ہے۔ الیکشنوں بیاہ شادیوں اور دوسری شادی غمی کی رسموں پر بے جا اور بے محل ہزاروں روپیہ خرچ کر دیا جائے لیکن اللہ کے نام پر ضرورت مندوں اور بھوکوں پر خرچ کرنے کی گنجائش ہی نہ نکلے گی۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو لوگ دنیا میں زیادہ مالدار ہیں وہی لوگ آخرت میں کم سرمایہ والے ہیں۔ مگر وہ شخص جو حلال ذریعہ سے کمائے اور یوں خرچ کر دے۔ پہلی حدیث کی طرح یوں یوں کا اشارہ ادھر ادھر خرچ کرنے کی طرف ہے۔ حقیقت میں اس مال کے لیے زینت اور عزت ہے جو اس کو ادھر ادھر خرچ کر دے، اور جو لوگ گن گن کے باندھ رکھتے ہیں اس کے لیے یہ ہر قسم کی آفات کا پیش خیمہ ہے، اس کو بھی ہلاک کرتا ہے اور خود بھی اس کے پاس سے ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ بے مروت کسی شخص کو دین یا دنیا کا فائدہ اس وقت تک نہیں پہنچاتا جب تک کہ اس کے پاس سے جدا نہ ہو۔

حضور کا ارشاد ہے کہ سخی آدمی اللہ کے قریب ہے جنت کے قریب ہے، لوگوں کے قریب ہے۔ جہنم سے دور ہے اور بخیل آدمی اللہ سے دور ہے جنت سے دور، آدمیوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے۔ بیشک جاہل سخی اللہ کے نزدیک عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے یعنی جو شخص عبادت بہت کثرت سے کرتا ہو۔ نوافل لمبی لمبی پڑھتا ہو اس سے وہ شخص اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے جو نوافل کم پڑھتا ہو لیکن سخی ہو عابد سے مراد نوافل کثرت سے پڑھنے والا ہے۔ فرائض کا پڑھنا تو ہر شخص کے لیے ضروری ہے چاہے سخی ہو یا نہ ہو۔

امام غزالیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مرتبہ شیطان سے پوچھا کہ تجھے سب سے زیادہ محبوب کون شخص ہے اور سب سے زیادہ نفرت کس سے ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے سب سے زیادہ محبت مومن بخیل سے ہے اور سب سے زیادہ نفرت فاسق سخی سے ہے۔ انھوں نے فرمایا یہ کیا بات ہے۔ اس نے عرض کیا کہ بخیل تو اپنے بخل کی وجہ سے مجھے بے فکر رکھتا ہے یعنی اس کا بخل ہی جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے لیکن فاسق سخی پر مجھے ہر وقت فکر سوار رہتا ہے کہ کہیں حق تعالیٰ شانہ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس سے درگزر نہ فرمائیں یعنی اگر خداوند تعالیٰ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس سے راضی ہو گئے تو اس کے دریائے رحمت و مغفرت میں عمر بھر کے فسق و فجور کی کیا حقیقت ہے وہ سب کچھ معاف فرما سکتا ہے۔ ایسی صورت میں میری عمر بھر کی محنت جو اس سے گناہ صادر کرانے میں کی تھی ساری ضائع ہو گئی۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سخاوت کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے کرتا ہے اور جو بخل کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ بدظنی سے کرتا ہے۔ حسن ظن کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ جس مالک نے یہ عطا فرمایا وہ پھر بھی عطا فرما سکتا ہے اور ایسے شخص کو اللہ کے قریب ہونے میں کیا تردد ہے اور بدظنی کا مطلب یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ ختم ہو گئے تو پھر کہاں سے آئیں گے ایسے شخص کا اللہ تعالیٰ سے دور ہونا ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خزانہ کو بھی محدود سمجھتا ہے حالانکہ آمدنی کے اسباب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ان اسباب سے پیداوار کا ہونا اس، کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ نہ چاہے تو دکاندار ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہے۔ کاشتکار بوئے اور پیداوار نہ ہو اور جب کہ یہ سب کچھ اسی کی عطا کی وجہ سے ہے پھر اس کا کیا مطلب کہ پھر کہاں سے آئے گا مگر ہم لوگ زبان سے اس کا اقرار کرنے کے بعد دل سے یہ نہیں سمجھتے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے۔ ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں اور صحابہ کرام دل سے یہ سمجھتے تھے کہ یہ سب اسی کی عطا ہے جس نے آج دیا وہ کل بھی دے گا۔ اس لیے ان کو سب کچھ خرچ کر دینے میں ذرا بھی تامل نہ ہوتا تھا۔

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے میرے عمامہ کا سرا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ عمران حق تعالیٰ خرچ کرنے کو بہت پسند کرتے ہیں اور روک کر رکھنا ناپسند ہے تو خرچ کیا کر اور لوگوں کو کھلایا کر۔ کسی کو مضرت نہ پہنچا کہ تجھ پر تیری طلب میں مضرت ہونے لگے۔ غور سے سن۔ حق تعالیٰ شانہ شبہات کے وقت تیز نظر کو پسند کرتے ہیں۔ (یعنی جس امر میں جائز ناجائز کا شبہہ ہو اس میں باریک نظر سے کام لینا چاہیئے ویسے ہی سرسری طور پر جو چاہے کر گذرنا نہ ہو) اور شہوتوں کے وقت کامل عقل کو پسند کرتے ہیں (کہ شہوت کے غلبے میں عقل نہ کھو دے) اور سخاوت کو پسند کرتے ہیں چاہے چند کھجوریں ہی خرچ کرے (یعنی اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ نہ ہو سکے تو کم میں شرم نہ کرے جو ہو سکے خرچ کرتا رہے۔
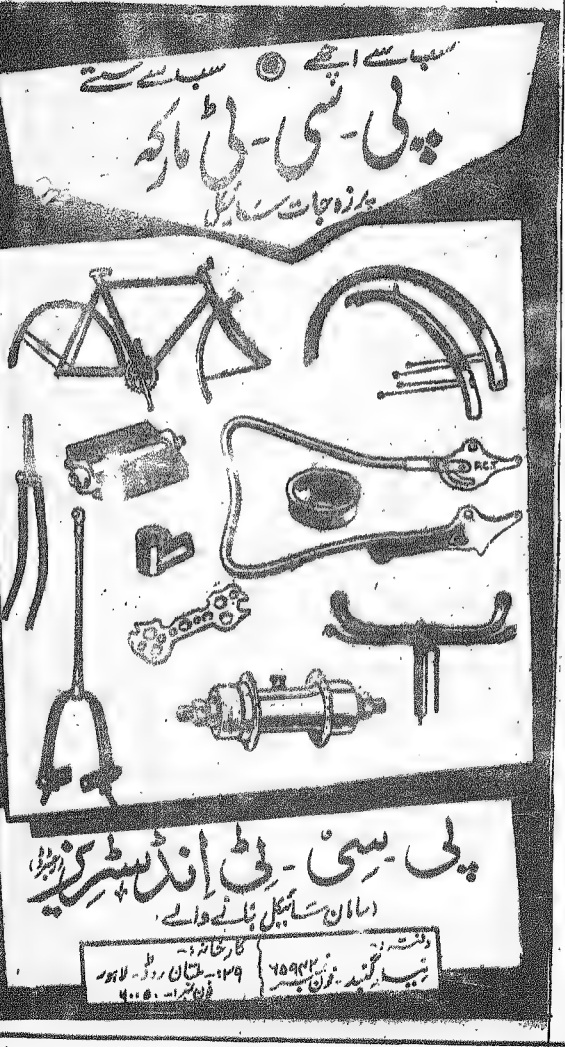
تاریخ کے آئینہ میں

روشن چراغ

محمد یعقوب شروش

اس کی آنکھیں آنسوؤں میں نہا رہی تھیں۔ سناٹوں میں ڈوبی ہوئی رات سائیں سائیں کرتی ہوئی پچھلے پہر میں داخل ہو چکی تھی۔ وہ آج بڑا بے چین تھا وقفہ وقفہ سے اس کے کانوں میں یہ جملے گونج رہے تھے۔ اے مالک اندلس کے باجبروت فرمانروا تخت شاہی، اقتدار اعلیٰ اور زر و جواہر کی فراوانی نے تمہاری آنکھوں پر غفلت کا پردہ ڈال دیا ہے۔ پھر اسے یوں محسوس ہوتا کہ اس کے آگے اس کی سلطنت کے عظیم المرتبت بزرگ منذر بن سعید کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کی پروقار آواز شاہی محل کی چھت سے ٹکرانے لگی ہے۔

"اے امیر عبدالرحمٰن الناصر یہ سچ ہے کہ تم نے یورپ کی عیسائی اقوام پر اپنی ظاہری شان و شوکت سے کافی رعب ڈالا ہے اور اب تم اپنے کروفر میں چار چاند لگانے کے لئے ایک رفیع الشان شہر مدینۃ الزہرا تعمیر کرنا چاہتے ہو لیکن سن لو اے اموی حکمران! کہ لیل و نہار کی چند گردشوں کے بعد سونے اور جواہرات میں ڈوبا ہوا یہ شہر ایک خوفناک کھنڈر میں تبدیل ہو جائے گا۔ اے امیر! تم اس بات کو نہ بھولو کہ تم اس سرائے فانی میں چند لمحوں کے مہمان ہو۔ اس عارضی قیام گاہ کی آرائش و زیبائش کی خاطر اپنی زندگی کی ساری توانائیوں کو پھونک دینا دانش مندی کے خلاف ہے۔ آخرت کی منزلوں میں تم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہے۔ وہاں کے لئے تم نے کیا کیا؟ کتنی راتوں کی نیند تم نے اس فکر میں گنوا دی؟ کتنے دنوں کا آرام تم نے تج دیا۔ اور پھر محل کی بلند و بالا دیواروں سے ٹکرانے والی یہ آواز دھیرے دھیرے ڈوبتی چلی گئی۔

امیر عبدالرحمٰن کا دل بھی ڈوبتا چلا گیا۔ بے ساختہ طور پر اس کے ہاتھ خود بخود اٹھ گئے اور وہ گڑگڑا کر کہہ رہا تھا "پروردگار عالم! میں عجیب الجھن میں گرفتار ہوں۔ مجھے راہ ہدایت پر چلا" وہ رونے لگا۔ اس کی ہچکیوں نے قریب ہی سوئے ہوئے اس کے بیٹے "حکم" کو بیدار کر دیا "حضور ابا جان" حکم آنکھیں ملتا ہوا اپنے باپ کے قریب آیا اور کہا "آپ کی آنکھیں اور آنسو۔ ہو نہ ہو کوئی غیر معمولی بات ہے" خلیفہ نے فوراً اپنی آنکھیں پونچھ لیں۔ اور درد بھرے لہجہ میں بولا "ہاں منذر نے ہماری توہین کی ہے۔ جامع مسجد میں ہمارے خلاف ایک تقریر کی ہے"! حکم غصہ سے کپکپا اٹھا۔ وہ جوش میں بول رہا تھا "اس کی یہ مجال، میں ابھی اسے قتل کئے دیتا ہوں"

"خاموش" خلیفہ گرج اٹھا "زبان درازی نہ کرو۔ منذر میری ہی بھلائی چاہتے ہیں۔ میرا ضمیر ان باتوں سے مطمئن ہے لیکن نفس سرکشی کر رہا ہے" پھر ایک لمحہ کی خاموشی کے بعد اس نے کہا۔ "صاحبزادے ہمارا تو یہ فیصلہ کرنے کو جی چاہتا ہے کہ رشک فردوس مدینۃ الزہرا کو مسمار کر دیا جائے"

"ابا جان" "حکم نے کہا" حضور نے ۳۵ سال تک سالانہ ۳ لاکھ دینار کے حساب سے کیا اسی لئے خرچ کئے تھے۔ کہ اسے آج کے دن توڑ پھوڑ دیا جائے۔ کیا جہاں پناہ نے بے حساب سونا بار برداری پر اسی لئے صرف فرمایا تھا کہ مدینۃ الزہرا کی ایک دن اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے۔ عیسائی حکمرانوں نے اس حسین شہر کے لئے خوبصورت منقش اور مزین حوض روانہ کئے تھے۔ قسطنطنیہ جیسے دور دراز شہر سے ایک عجیب و غریب مجسموں والا حوض آیا تھا۔ شیر۔ گھڑیال، عقاب، اژدھے اور ہاتھی کے مجسمے کیا آپ نے اسی لئے نصب کرائے تھے کہ ان کو چشم زدن میں تباہ کر دیا جائے.....!

"ہاں بیٹا" مجھے وہ سب یاد ہے۔ افریقہ سے ایک ہزار تیرہ خوبصورت نظر فریب اور مضبوط ستون منگوانے میں مجھے کتنی محنت کرنی پڑی۔ وہ ہمارا دل ہی خوب جانتا ہے۔ اس شہر میں ایک مسجد بھی تو ہم نے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے بنائی ہے۔

"اور ابا حضور" حکم نے یاد دلاتے ہوئے کہا "مسجد کے قریب وضو کے لئے جو نہر بنائی گئی تھی اس میں تو میں نے اپنا کافی وقت لگایا ہے۔ سونے کے بنے ہوئے شیر کے مجسمے کی تنصیب میں ماہرین فن نے اپنی ساری ذہانت صرف کر دی ہے اور اس مجسمہ کو دیکھتے تو یوں معلوم ہوگا کہ شیر اپنے منہ میں پانی لے کر تیزی سے حوض میں کلی کر رہا ہے۔ اتنے قیمتی اثاثے کو۔ اتنی عالی شان مسجد کو۔ اور اپنی زندگی کے ناقابل فراموش کارنامے کو صرف منذر کے کہنے پر برباد نہ کیجئے۔ کروڑوں کا سرمایہ لگ چکا ہے۔ اب ایسی بستی کو نہ اجاڑیئے"۔ پھر کچھ سوچ کر حکم بول اٹھا "اگر آپ حکم دیں تو میں منذر کو روپے، زر و جواہر کا لالچ دیکر ان سے جواز کا فتویٰ حاصل کر سکتا ہوں" خلیفہ ہنس پڑا اور دھیرے سے کہنے لگا "تم منذر کو خرید نہیں سکتے۔ وہ ایسے عالموں میں سے نہیں ہیں جو پیٹ کی خاطر اللہ کی کتاب کو بیچتے ہوں وہ ایک پہاڑ کی طرح اٹل ارادہ رکھنے والے آدمی ہیں۔ خبردار ایسی حرکت نہ کرنا۔ تم جاؤ اور آرام کرو۔ ہم خود کل صبح تک کسی نہ کسی فیصلے پر پہنچ جائیں گے"!

حکم چلا گیا۔ امیر اپنے بستر پر دراز ہو گیا تو تصور کے آگے اس کا نیا شہر "مدینۃ الزہرا" گھوم رہا تھا۔ عظیم الشان گنبدوں اور میناروں والی نظر نواز مسجد دلفریب فوارے۔ موتیوں اور جواہرات میں ڈوبے ہوئے مجسمے۔ فردوس سامان محلات۔ اس کے خوابوں کی حسین و جمیل تعمیر ۳۵ برس کی انتھک مساعی کا دلکش

مرقع۔ نہیں نہیں وہ ایسے شاندار شہر کو ہرگز مسمار نہ کرے گا۔ بھلا زمین کو آباد کرنا۔ شہر بنانا۔ مسجدیں تعمیر کرانا نہریں رواں کرنا۔ یہ سب کہاں سے جرم ہو گئے۔ ان تمام چیزوں میں ملک کے باشندوں کی فلاح کا سامان ہی تو ہے۔ وہ ضرور مدینۃ الزہرا کو آباد کر کے دم لے گا۔ وہ تاریخ اسلام کا عدیم النظیر شہر ہوگا۔ رہتی دنیا تک اموی حکمرانوں کے جاہ و جلال کی داستان سنانے والا مدینۃ الزہرا...... اور وہ سو گیا... گہری نیند میں وہ مدینۃ الزہرا کے حسین و جمیل حوضوں اور فلک بوس میناروں سے بھرپور بے ربط خواب دیکھ رہا ہے۔"

سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی پورے شہر میں منادی کی گئی کہ آج امیر الناصر کا دربار منعقد ہوگا جس میں مدینۃ الزہرا کی قسمت کا فیصلہ ہوگا۔ لوگ کشاں کشاں دربار کی طرف جانے لگے امراء اور رؤساء اپنی مخصوص سواریوں میں پہنچ گئے تھے۔ سب سے آخر میں منذر بن سعید نہایت ہی معمولی کپڑے زیب تن کئے دربار میں داخل ہو گئے۔ دربار میں پہنچنے سے قبل ہی انہوں نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ غالباً زندہ واپس نہ ہو سکیں گے۔ کیونکہ وہ بھرے دربار میں حق کا اعلان کرنے جا رہے تھے......!

مملکت اندلس کے رفیع المرتبت امام" امیر عبدالرحمٰن کہہ رہا تھا "آگے تشریف لائیے"۔ منذر نے ایک گوشے میں جگہ سنبھالتے ہوئے کہا "نہیں نہیں میں یہاں بیٹھ جاتا ہوں کیونکہ لوگوں کی گردنیں پھاند کر آگے آنا آداب مجلس کے خلاف ہے!!"

بھرے دربار میں امیر کی خواہش کو منذر نے اس طرح رد کر دیا تھا کہ درباریوں نے بھانپ لیا کہ آج منذر جیسے عالم دین کا خون فواروں کی طرح بہنے والا ہے۔ امیر نے خون کے گھونٹ پی لئے۔

"اے معزز شہریان اندلس" الناصر کی بارعب آواز بلند ہوئی "مجھے بتاؤ کہ مجھ سے پہلے بھی کسی نے مدینۃ الزہرا جیسا عدیم المثال کارنامہ انجام دیا ہے؟"

"نہیں" جیسے سارے درباری ایک زبان ہو کر چیخ اٹھے "امیر المومنین! آپ اپنے کارنامے میں بالکل منفرد ہیں"۔ امیر کا سر فخر و غرور سے بلند ہو گیا۔ شانے تن گئے خسروانہ تمکنت کے ساتھ وہ تمام حاضرین کی طرف دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو کہ شداد کی جنت بھی مدینۃ الزہرا کے سامنے شرما جائے گی" اے منذر بن سعید! آپ اپنی رائے ہمارے آگے پیش کریں اور بتائیں کہ آپ کو مدینۃ الزہرا جیسا جلال و جمال اور ہمارے دربار کی سی شان و شوکت کہیں اور نظر آئی؟

امیر کے اس سوال پر منذر نے اپنی گردن اٹھائی اور دربار کے زرنگار پردوں مزین و منقش دیواروں، کمانوں اور دروازوں پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالی دربار کا ہر ہر گوشہ پرکشش تھا۔ ہر طرف ایک جنت تھی کتنا شاندار دربار۔ کتنے قیمتی زر و جواہر۔ چند لمحوں تک وہ ایک ایک چیز کو بغور دیکھتے رہے پھر اچانک کیا بات ہوئی کہ وہ رو پڑے۔ سارا دربار حیرت میں ڈوب گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں اکثر درباریوں کی آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں۔ میر عبدالرحمٰن کا دل لرز اٹھا۔ دربار میں چاروں طرف گہرا سکوت طاری تھا۔ کبھی کبھی رونے کی آواز ہچکی میں تبدیل ہو کر بلند ہو رہی تھی۔

(باقی آئندہ)

بقیہ حیاتِ اخروی

نفس اور شیطان کی خواہشات سے ہمت کر کے بچنا معاصی اور محرمات سے ہمت کے ساتھ رکنا اور شرعی احکامات پر ثابت رہنا۔

(۷) اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مصائب و تکالیف آئیں ان پر صبر کرنا۔ اور فرائض عبودیت بجا لاتے رہنا۔ یہ دونوں باتوں میں پورے اترتے ہیں۔

(۸) سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنا ان کا ہر فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہوتا ہے۔ ان کی نیتوں میں اخلاص کا جذبہ موجزن ہے۔ وہ ہر کام کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کرتے ہیں۔ انہیں مخلوق کی واہ واہ یا کسی دنیاوی غرض سے کوئی سروکار نہیں۔

۹ نماز قائم کرنا وہ پنجگانہ فریضہ نماز سب ارکان بجا لا کر مسجد میں حاضر ہو کر با جماعت ادا کرتے ہیں۔

سب سے مقدم پنجگانہ نماز قائم کرنے کا فکر اشد ضروری ہے کیونکہ قیامت کے دن اعمال میں سے سب سے اول نماز کے بارے میں پرسش ہوگی قیامت کے دن کے امتحان کا یہ پہلا پرچہ ہے۔ اس میں کامیابی باقی حساب کے لئے امید افزا ہے اور اس میں ناکامی عذاب دوزخ کا پیش خیمہ ہے۔

حدیث :۔ اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الصَّلٰوةُ فَاِنْ صَلُحَتْ صَلُحَ لَهٗ سَائِرُ عَمَلِهٖ وَاِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهٖ

(الجامع الصغیر ص۱۹۳)

ترجمہ :۔ قیامت کے دن بندے کا اول جس چیز کا حساب ہوگا وہ فریضۂ نماز ہے اگر وہ ٹھیک نکلیں تو باقی سب عمل ٹھیک ہوں گے اور اگر وہ ٹھیک نہ نکلی تو باقی سب عمل بھی فاسد ہوں گے۔

اسی لئے تو بزرگان دین فرماتے ہیں کہ کوشش کی جائے کہ نماز پنجگانہ با جماعت مسجد میں ادا ہو۔ گھر سے ایسے وقت نکلیں کہ نماز کی اذان مسجد میں جا کر سنیں ورنہ کم از کم اتنا تو ہو کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہونے پائے۔

(۱۰) انفاق رزق جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے ظاہر اور پوشیدہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ خویش و اقارب اور مساکین کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ مخلوق کی بہبودی کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔

(۱۱) برائی کے بدلے بھلائی کرنا یہ بڑی ہمت کا کام ہے جو ان کے ساتھ برا برتاؤ کرے وہ ان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں۔ دوسروں کی بے جا روی پر چیں بجبیں نہیں ہوتے بلکہ درگذر اور عفو سے کام لیتے ہیں۔

ان حمیدہ اوصاف کے حامل جنت میں جائیں گے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ آمِیْن یَا اِلٰه العالمین

انتقال آخر عمر میں آپ نے حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ جمل میں شرکت کی اور شہید ہو گئے۔

رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

اللھم الحقنا بالصالحین

اینٹ نہیں
آوا ہی بگڑا ہوا ہے

محمد عثمان غنی بی اے

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی جون ۱۹۶۴ء میں سابق سندھ کے مختلف مقامات کا دورہ فرماتے ہوئے ۱۹ جون کو مولانا محمد حسن صاحب خلیفہ مجاز حضرت شیخ التفسیر رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ مفتاح الاسلام لاہوری محلہ شاہ پور چاکر ضلع سانگھڑ پہنچے اور سادہ سی مسجد میں مندرجہ ذیل خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا

مرتب

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی۔ امّا بعد

بزرگان محترم، السلام علیکم۔ لاہور میں رہنے کے باعث ہم سندھی زبان میں تقریر نہیں کر سکتے اس لئے اردو ہی میں کچھ عرض کریں گے۔ میں نے آپ کے سامنے قرآن حکیم کے تیسویں پارے کی ایک چھوٹی سی سورت العصر تلاوت کی ہے۔ قرآنِ حکیم کی ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ لوح محفوظ میں اصل قرآن محفوظ ہے۔ اس کی نقل مطابق اصل اور اس کی تصویریں اور نقوش ہمارے پاس ہیں۔ لیکن حقیقی کلام الٰہی اللہ تعالیٰ کے دربار میں لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ سہو انسانی کی وجہ سے، کاتب سے، مکتبے سے کوئی غلطی ہو سکتی ہے مگر یہ انسان کی طاقت نہیں ہے کہ کوئی کمی بیشی کر سکے۔ توراۃ، انجیل اور اس سے پہلی کتابوں میں انسانوں نے تحریفِ لفظی کر دی۔ اپنی طرف سے ان میں بڑھا دیا اور اللہ کے کلام کو کھرچ دیا۔ سابقہ کتابوں کی حفاظت انسانوں کے سر تھی مگر قرآن کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

دنیا کے مختلف گوشوں میں بسنے والے حافظ موجود ہیں۔ سات سات برس کے بچّے حافظ ملیں گے۔ میں نے مدینہ طیبہ میں ایک نجدی النّسل لاغر دبلے حافظ کو دیکھا۔ مغرب کے بعد رمضان کے زمانے میں دو نفلوں میں پورا قرآن حکیم سنا دیا اور پیچھے کھڑے ہوئے بعض صحت مند انسان بار بار نماز میں سے وضو توڑ کر جاتے، پھر شامل ہو جاتے۔ مگر اس حافظ نے دو ٹانگوں پر کھڑے ہو کر الحمد سے والناس تک سارا قرآن سنا دیا۔

کون مسلمان ہے جس کے سینے میں قرآن کی کوئی سورت یا آدھا پارہ محفوظ نہ ہو؟ قرآن سب سے بعد میں نازل ہونے والی اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ قرآن حفظ کرنا گویا لوہے کے چنے چبانا ہے۔ یہ صرف قرآن کے لئے ہے ورنہ گرنتھ، وید گیتا، رامائن، مہابھارت وغیرہ کا کوئی حافظ نہیں ہے۔ اگر خدا نخواستہ قرآن کے سارے نسخے ختم کر دیئے جائیں تو ایک گھنٹے کے اندر اندر قرآن حفّاظ کے واسطے سے اسی طریقے پر پھر واپس آسکتا ہے۔ جب قرآن نازل ہوا تو حضورؐ ہر رمضان میں جبریلؑ کے ساتھ دَور فرمایا کرتے تھے۔ آخری رمضان میں دو مرتبہ دَور فرمایا۔

قرآن کا انداز دیکھئے کہ ایک ایک لفظ سے خدائی کتاب ہونے کا ثبوت دیتی ہے۔ سورۃ عصر میں ارشاد فرمایا۔ وہی بچے جنہوں نے چار اصول اپنائے اور جنہوں نے نہ اپنائے وہ گھاٹے، ٹوٹے، خسارے میں پڑ گئے۔ کوئی ان کا پرسان حال نہ رہا۔ آپ تاریخ عالم کو کھنگالیں چودہ صدیوں میں کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ اس کی مخالفت کرتا۔

نبیؐ کی زبان سے اللہ تعالیٰ کا علم ہوا سینہ بسینہ علوم آئے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو ہم مانتے ہیں مگر یہ بتایا تو حضورؐ نے۔ غرض یہ قرآن نے ایک نصب العین دیا اور اس نصب العین کو پھیلانے کے لئے چار زرّین اصول بتائے جو سورۃ عصر میں بطور عطر کشید کر دیئے۔ انسان جیسے خود حق مانے اس پر عمل کرے اور پھر دوسروں کے سامنے پیش کرے جب انسان خود بدلتا ہے تو دوسروں کو بھی بدل دیتا ہے۔ جب وہ خود جہنّم سے بچتا ہے تو پھر دوسرے اعزا، اقربا، کو بھی اس حق کی طرف دعوت دیتا ہے۔ ارشاد ہے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ پھر صرف یہانتک ہی بس نہیں۔ راحت کے زمانے بھی آئیں گے۔ تکلیف اور مشقت کا زمانہ بھی آئے گا۔ اس راستہ میں جو بھی تکلیف آئے برداشت کریں۔ اس وطن میں جینا سب سے بڑی عبادت اور اس وطن میں مرنا سب سے بڑی شہادت۔

شہداء کے لئے قرآن میں آتا ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کو مردہ مت کہو۔ جس کو بظاہر ناکامی کہا جاتا ہے۔ وہ بھی در اصل کامیابی ہے۔ قومی شاعر اقبال کہتا ہے ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

کافر وطن، عزت، مملکت کے لئے مرتا ہے مگر مسلمان اللہ کے دین کے لئے مرتا ہے۔ پچھلی دو جنگیں تہذیب کے نام پر لڑی گئیں مگر مومن کا جہاد اللہ کے دین کی سربلندی اور رضائے الٰہی کے لئے ہوتا ہے

حضرت علیؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ جب انہوں نے یہودی کو پچھاڑا اور اس نے آپؓ کے منہ پر تھوک دیا تو حضرت علیؓ نے اسے چھوڑ دیا۔ یہودی نے پوچھا جب تک میں آپ کے قابو میں نہ تھا آپ نے پوری طاقت آزمائی اور مجھے پچھاڑ لیا، پھر چھوڑ کیوں دیا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، تھوکنے سے پہلے میں اسلام کے لئے لڑ رہا تھا اور تھوکنے کے بعد اگر لڑتا تو اپنی ذات کے لئے لڑتا۔ جہاد کا مقصد اپنا غصہ ٹھنڈا کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ کی رضا کے لئے ہے۔

اسلام کوئی نسلی مذہب نہیں ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے تند نہیں تانا۔ اینٹ نہیں آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ سوءر خوار، شراب خور، رشوت خور، سودی کاروبار میں مبتلا، چور بھی مسلمان، ڈاکو بھی مسلمان، نہ نماز پڑھے، نہ زکواۃ دے، نہ روزہ رکھے، نہ حج کرے، سب

طرح کے نیک اعمال نہ کرے پھر بھی مسلمان۔ جواہر لال کہا کرتا تھا "میں کسی مذہب کو نہیں مانتا۔ اگر مانتا تو اسلام کو مانتا۔ ادھر وہ دہریہ تھا مگر پھر بھی وہ ہندو تھا اور اس کے ساتھ موت کے بعد پھر بھی ہندوؤں والا معاملہ ہوا۔ محمد دین نام رکھ لے اگر اعمال ہندوؤں والے ہوں تو حضرتؒ فرمایا کرتے تھے وہ پکّا کافر ہے اور اگر کسی ہندو نام والے آدمی کی تصویر دکھا دو اور اس کے اعمال مسلمانوں والے ہوں، اور ایمان بھی ہو تو میں تصویر دیکھ کر بتا دوں گا کہ یہ پکا مسلمان ہے۔ عطاء اللہ ہاشمی۔ سید سجاد ظہیر۔ سید شوکت علی، سب سید ہیں مگر فلموں کے ڈائریکٹر۔ نام کے سید ہیں۔ ہمارے ہاں پیروں کی نسل چل رہی ہے۔ نام کے پیر باقی ہیں۔

میں ایک دفعہ نواب شاہ سے بس میں جا رہا تھا۔ ایک آدمی کو کنڈکٹر نے کہا ٹکٹ لو۔ وہ کہنے لگا میں سید ہوں۔ میں ٹکٹ کبھی نہیں لیتا۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ ایک سید کے لئے جیسے عرب میں شریف کہا جاتا ہے زکواۃ لینا اور خیرات قبول کرنا حرام ہے۔ عرب میں تو نہرو اور گاندھی کو بھی سید کہتے ہیں۔

حضورؐ کی حدیث ہے اَلسَّوَالُ ذِلٌّ مگر آپ دیکھ لیں گلیوں میں قطاروں کی قطاریں جھولیاں پھیلائے ہوئے ہیں۔ آج قرضے سود پر دیتے ہیں حضورؐ نے فرمایا سود کا کاروبار کرنے والوں کے خلاف، اعلانِ جنگ کر دو۔ ساری قوم کی قوم ایک سرے سے دوسرے سرے تک سودی کاروبار میں ملوّث ہے تمام مسلمان ملک اس لعنت میں گرفتار ہیں۔ بینک کی بنیاد ہی سوُد پر ہے۔

میں لچھے دار تقریریں کرنے کا عادی نہیں ہوُں۔ مجھے اپنی کمزوریوں کا اعتراف ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر برائی کو مٹانے کی قوت ہو تو ہاتھ سے مٹاؤ ورنہ زبان سے ورنہ دل سے تو بُرا جانو۔ ہندوستان میں مسلمان گاجر مولی کی طرح کٹ رہے ہیں اسی طرح فلسطین میں مسلمانوں کی حالت خراب ہے، کشمیر میں مسلمانوں پر جبر و تشدّد ہو رہا ہے۔ میں جہاں کہیں جاتا ہوں یہی کہتا ہوں کہ پہلے مرض کی تشخیص کرو، پھر علاج کرو اور پھر شفا کی اُمید رکھو۔

ذکر میں لذّت نہ آنے کا سبب ۹۵ فیصد اکل و شرب حرام ہے۔ ادعونی استجب لکم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم مجھ سے مانگو میں دوُں گا۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ سحر کے وقت آسمانِ اول پر اللہ تعالیٰ آ کے پکارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے کہ اگر کوئی ہاتھ اٹھائے تو اس کو خالی لوٹا دوں ایک اور حدیث میں آتا ہے سفید بالوں والے کی دعا کو اللہ رد نہیں فرماتے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ آج بھی جن خوش قسمت لوگوں کو اللہ کی عبادت کی توفیق ہوتی ہے۔ تقویٰ اور طہارت کے پابند ہوتے ہیں تو ان کے ہاتھ بارش کے لئے اٹھتے ہیں اور منہ پر پھیرتے ہی بارش ہونے لگتی ہے۔ اللہ کے حضور فریاد کرتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں تو اللہ کی طرف سے نشان زدہ فرشتوں کی فوج کی کمک آجاتی ہے۔

لاہور کے اندر کرکٹ میچ ہوتے رہتے ہیں۔ سارا سارا دن دیکھنے والے کھیلنے والے نمازوں کا وقت بھی ضائع کر دیتے ہیں۔ ایک دفعہ باہر والی ٹیم نے اتوار کے دن کھیلنے سے انکار کر دیا مگر مسلمان جمعہ کو بھی کھیلتے ہیں حتیّٰ کہ روزہ تک کی پرواہ نہیں ہوتی۔ مگر کسی اخبار نے ایسے مسلمان کھلاڑیوں کی مذمت نہیں کی۔

مسلمانوں کو زیب دیتا ہے کہ شراب کی دُکانوں کے پرمٹ لیں، پنڈی میں جا کر دیکھئے بازار میں شراب کی دکانیں ہیں۔ میں کوئٹے گیا تو شراب کی بہت دکانیں دیکھیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہاں سٹاف کالج ہے اس لئے شراب زیادہ پیتے ہیں۔ یہ مسلمان ہیں۔ شہر شہر چکلے اور شراب کی دکانیں موجود۔

پردہ لازمی ہے مگر آج ہر شہر میں عریانی کا سیلاب عود کر آیا ہے۔ پورے سرے سے دین کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے۔ نہ شرعی پردہ ہے نہ نیم شرعی۔ عبداللہ بن ابیّ عورتوں کی ناجائز کمائی کھاتا تھا، لیکن جب سے حضورؐ نے چکلوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا ہے آج تک کوئی چکلہ نہیں ہے۔ در حقیقت خود کردہ را علاجے نیست جن کو ہم نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ان لوگوں نے غداری کی۔ آپ کہیں گے یہ سیاست کی بات ہے۔ میں کہتا ہوں یہ

سراسر مذہب کی بات ہے۔ اگر خدا کے نافرمانوں کو ووٹ دیں گے برادری یا پولیس کی دھونس سے دب جائیں گے تو پھر قومی امانت کا حساب دینا ہے۔ پائی پائی، ذرّے ذرّے، لمحے لمحے کا حساب ہو گا۔ دولت کہاں کمائی کہاں خرچ کی؟ اللہ کے دین کے لئے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے کیا کیا جد و جہد کی۔ الدنیا مزرعۃ الآخرہ صرف زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلے گا۔ صحابہ کرامؓ جب ایک دوسرے سے ملتے تو سورہ عصر سناتے اور بھولا ہوا سبق یاد دلاتے۔ جوں جوں زمانہ دور ہوتا جائے گا۔ خیر و برکت کم ہوتی جائے گی۔ آج خشکی، تری، ہوا، فضا، ہر طرف نفرت ہی نفرت ہے۔ عداوت ہی عداوت ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کو ستانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

تبلیغی جلسہ

جامعہ رشیدیہ بھکر کا سالانہ جلسہ مورخہ ۱۹ر، ۲۰ر، ۲۱ فروری ۱۹۶۵ء مطابق ۱۶، ۱۷، ۱۸ شوال بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار کو منعقد ہو رہا ہے جس میں مندرجہ ذیل علمائے کرام شرکت فرما رہے ہیں۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ۔ حضرت مولانا خدا بخش صاحب۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری حضرت مولانا عبد العزیز صاحب خلیفہ مجاز حضرت رائے پوریؒ اور دیگر اکابرین اسلام

مہتمم مدرسہ جامعہ رشیدیہ بھکر (میانوالی)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی

اولاد کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے

آج کل ماں باپ میں عموماً یہ فکر پایا جاتا ہے کہ اولاد کیا کھائے گی انکی تربیت اور تعلیم کا کیا ہوگا ہماری ساری تگ و دو اور دوسری اسی فکر کی پیدا وار ہے اور یہ فکر ہم کو جائز ناجائز حرام حلال میں تمیز کرنے کی فرصت بھی نہیں دیتا حالانکہ اسلامی نظام تربیت بچے کے کان میں اذان اس کا عقیقہ وغیرہ سب اس بات کی عملی تعلیم دیتے ہیں کہ اولاد کو سپرد خداوند کریم کر دیا جائے ان کی تربیت میں کوئی ایسا کام نہ ہو جو رب العالمین کو ناپسند ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر اسمعیل علیہ السلام اور اپنی اہلیہ محترمہ کو عبادت کے لئے بیت اللہ کے قریب مقیم کر دیا باوجودیکہ وہاں خورد و نوش کا کوئی انتظام نہ تھا رہنے سہنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا ارشاد قرآنی ہے۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیت الحرام ربنا لیقیموا الصلواة

پ ۱۳ ع ۱۸

اے رب میرے تحقیق میں نے بسائی ہے۔ بعض اولاد اپنی بیچ میدان بن کھیتی والے کے تیرے عزت والے گھر کے نزدیک اے پروردگار میرے تاکہ قائم رکھیں نماز کو۔

جو لوگ اپنی اولاد کو اپنے حقیقی مالک رب العالمین کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ان کی زندگی ان لوگوں سے بہتر گذرتی ہے۔ جو صرف رزق کے لالچ میں آکر اولاد کو دربار خداوندی سے دور کر دیتے ہیں قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے ذکر میں موجود ہے کہ

خدا وند قدوس نے اُن کو انطاکیہ میں دو یتیم بچوں کی گرتی ہوئی دیوار کو دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم اس لیئے دیا کہ کان ابوھما صالحاً (الکہف ۸۲) نیک نہاد باپ ان دونوں کا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا آپ کی رحلت پر آپ کی بیوہ اپنی دو بچیوں کو لے کر مکہ مکرمہ کے پہاڑ ابوقبیس پر چڑھ گئیں اور ندا کی۔

"اے پروردگار! تیرے فضیل نے وصیت کی ہے کہ جب تک میں زندہ رہا تیری ان دو امانتوں کو سنبھالا اب تو ہی ان کا کفیل ہے"

اتفاق سے یمن کا امیر ادھر آ نکلا اس نے سارا ماجرا پوچھ کر ان دونوں لڑکیوں کو اپنی تربیت میں لے لیا اور پھر ان کا نکاح اپنے دونوں صاحبزادوں سے کر دیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی صحیح اور نیک تربیت کو صدقہ دینے سے بھی بہتر قرار دیا ارشاد فرمایا۔

لَاَنْ یُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَہٗ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ (رواہ الترمذی)

آدمی کا اپنی اولاد کو شریعت کے مطابق آداب شرعی کی تعلیم دلانا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

صدقہ دینے کا اجر و ثواب قرآن و سنت میں جس قدر بیان ہوا ہے، وہ بہت ہی زیادہ ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقے کے مقابلہ میں اولاد کی صحیح تربیت دینی تعلیم کا مقام اس قدر اجاگر فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم و ادب صدقہ خیرات سے بڑھا ہوا ہے۔

اسی لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ (احکام القرآن ج ۴ ص ۴۶۷)

باپ اپنی اولاد کو بہترین ادب سے کوئی چیز عطا نہیں کرتا۔

اس لیے اولاد کے سامنے والدین کو رزق کے لیے بے دین ہو جانے کی تلقین کرنا بہت بڑا جرم ہے بلکہ والدین کو تو اولاد کے سامنے اطاعت خداوندی کو رکھنا چاہیئے اور ان کو بھی سمجھانا چاہیئے کہ رزق کے لیئے بھی دربار خداوندی کے سامنے سربسجود ہوں۔ ان کے دلوں میں بچپن ہی سے یہ عقیدہ راسخ کر دیں کہ دنیاوی عیش و آرام تو چند روزہ ہے سب سے بڑا آرام اور عیش خداوند قدوس کی یاد میں ہے۔ عالم اسباب میں تنگی اور تکلیف کی پروا نہ کریں یہ وقت گذر جائے گا۔ اسی ابدی زندگی کا خیال کریں۔ اور وہ کام کریں جس سے خداوند قدوس کی رحمت زیادہ میسّر ہوتی ہو جیسا کہ:۔

"حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر خدمت ہوتی ہیں تا کہ اپنی ذات اور گھریلو مصروفیتوں کا تذکرہ دربار نبوت میں کریں اور آپ سے کسی خادم یا خادمہ کے لیے درخواست کریں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی خادم اور خادمائیں عنایت فرما سکتے تھے بلکہ امت کا ہر فرد حضرت سیدہ کی خدمت کو ایمانی شرافت سمجھ لیتا۔ لیکن آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ رات سوتے وقت سو سو دفعہ سبحان اللہ۔ الحمدللہ اللہ اکبر پڑھ لیا کریں"

اس سے مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آب و گل کی زندگی میں تو صرف رنگ و بو کا نتیجہ ہے اس لیئے اپنی ساری راحت اور تکالیف کا اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو۔

بات ظاہر ہے کہ اولاد کے لیے مال و دولت جمع کرنا دیرپا سرمایہ نہیں، کسی وقت بھی وہ ضائع ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس سرمایہ سے اس میں انسانی اخلاق خوف خداوندی پیدا ہو سکتے ہیں بلکہ سرمایہ اور دولت کو تو بچے کی بہترین تربیت پر خرچ کرنا چاہیئے ذیل میں ایک سچا اور صحیح واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے کہ کس قدر ایک والدہ نے سرمایہ کو اپنے بیٹے کی صحیح تعلیم و تربیت پر خرچ کیا اور وہ کس طرح آسمان ہدایت کا درخشندہ ستارہ بنا یہ واقعہ مدینہ منورہ کے مشہور محدث امام ربیعہ کا ہے۔

ربیعہ بن فرخ مدینہ منورہ کا بہت بڑے محدث تھے۔ امام مالک، اوزاعی۔ لیث جیسے علماء کرام ان کے حلقہ درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کے مفتی اور دولت عباسیہ کے پہلے قاضی تھے۔ ان کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی۔

یہ ابھی حمل ہی میں تھے کہ ان کے باپ فرخ خراسان کی جنگ میں سپاہی بن گئے جاتی دفعہ اپنی بیوی کو ۳۰ ہزار دینار دے کر گئے وہاں سے ۲۷ برس بعد واپس ہوئے ان کے بعد ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ربیعہ رکھا گیا ربیعہ بہت بڑا عالم بن چکا تھا۔ فرخ جب گھر آیا ربیعہ نے

دیکھا کہ ایک آدمی اس بے باکی سے اندر گھسا چلا آتا ہے ڈانٹا کہ خبردار جو اندر قدم رکھا فرخ نے جب دیکھا کہ میرے گھر میں ایک جوانمرد بیٹھا ہے جو مجھے بھی اپنے گھر آنے سے روکتا ہے دونوں لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ لوگ بچانے کے لیے آ پہنچے ان میں امام مالک بھی تھے۔ فرخ نے کہا میں اجنبی نہیں بلکہ یہ میرا گھر ہے بیوی نے نام سنا اور آواز پہچانی تو پردے سے باہر آکر باپ بیٹے کو گلے ملا دیا۔

جب سکون ہوا تو فرخ نے بیوی سے ۳۰ ہزار دینار کا حساب پوچھا۔ بیوی نے جواب دیا وہ روپیہ میں نے بہ حفاظت دفن کر دیا ہے جب نماز کے وقت فرخ مسجد نبوی میں گئے تو اپنے بیٹے ربیعہ کی علمی عظمت وشان اور عزت دیکھ کر بہت خوش ہوئے گھر آکر بیوی سے ذکر کیا اب بیوی نے موقع سمجھ کر کہا کہ

تم کو اپنے بیٹے کی یہ جاہ و منزلت اور دینی عزت عزیز ہے یا وہ ۳۰ ہزار دینار فرخ نے جواب دیا کہ مجھے اپنے بیٹے کی یہ عزت اور جاہ و منزلت زیادہ عزیز ہے، بیوی نے جواب دیا کہ وہ ۳۰ ہزار دینار کا خزانہ میں نے اسی خاک میں دفن کیا ہے یعنی بچے کی صحیح تعلیم و تربیت پر خرچ کیا۔

(حیات امام مالک از سلیمان ندویؒ ص۲۱)

باپ کی اتنی لمبی اور گمنام مسافری میں اس بیٹے کی تربیت اس کی ماں نے کی جس کی برکت سے بیٹا مسجد نبوی کا محدّث بن گیا۔

اس کی اہمیّت میں تربیت کا طریق کار بیان فرما دیا۔

بقیہ:- فاتح زمانہ کی شکست

اور یہ آیت بھی تلاوت کی گئی۔

"لا الہ الا ھو علیہ توکلت"

اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا۔"

اس آیت کو سنتے ہی سلطان مسکرائے اور ان کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ جیسے کسی محبوب ترین چیز کے خواہش مند رہے ہوں اور ان کی دیرینہ آرزو پوری ہو گئی ہو یا کسی کا شدید انتظار رہا ہو اور وہ آ گیا ہو۔

شیخ ابو جعفر نے سلطان کی طرف دیکھا لبوں پر مسکراہٹ رقصاں تھی اور نگاہیں اوپر اٹھی ہوئی تھیں۔ شیخ کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون　اور سلطان نے آنکھیں بند کر لیں۔

یہ وہ شخص تھا جو زندگی بھر کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا۔ بڑے بڑے خطرہ کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ صلیبیوں کی متحدہ طاقت کو بار بار عبرت ناک شکستیں دیں بڑے بڑے سورما جن کے نام سے کانپتے تھے۔ آج قدرت کے فیصلے کے سامنے جھک گیا، موت سے شکست کھا گیا۔

بچوں کا صفحہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے

آمنہ خانم عاصی

حدیث میں آتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے والدین اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرے۔ یہی وجہ تھی کہ غلامانِ مصطفٰےؐ و صحابہ کرامؓ کے قلوب میں محبتِ رسولؐ کا بے پناہ جذبہ موجود تھا۔ اس سے متعلق بہت سے واقعات کتابوں میں ملتے ہیں۔ یہاں چند جان نثاروں کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے یہ حقیقت بے نقاب ہو جائے گی کہ شمعِ نبوت کے ان پروانوں نے اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے [illegible]س طرح حق محبت ادا کیا۔

۱۔ پیغمبرِ اسلام رسولِ مدنی صلی [illegible] علیہ [illegible]سلم نے حرم کعبہ میں حرم کعبہ [illegible] توحید خالص کا اعلان فرمایا تو ہر [illegible]ن سے کفار ٹوٹ پڑے اور آپ [illegible] انتہائی اذیت پہنچانے کے درپے ہو گئے۔ اتنے میں آپ کے ربیب اور حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے پہلے خاوند فرزند حضرت حارثؓ بن ابی ہالہؓ [illegible] کی امداد و نصرت کے لئے دوڑتے [illegible]تے چلے آئے اور مال سے بےخطر [illegible]ر آپ کو بچانا چاہا۔ لیکن ہر طرف [illegible]ے ان پر تلواریں ٹوٹ پڑیں اور اپنے [illegible]وب و مظلوم پیغمبر کی حفاظت کے لئے [illegible]م شہادت نوش فرماتے ہوئے جان [illegible]ن آفریں کے سپرد کر دی۔ تذکرۃ الصحابہ۔

[illegible]) غزوۂ احد میں جب حضور صلی [illegible]للہ علیہ وسلم کفار کے نرغہ میں پھنس گئے تو آپ نے فرمایا کہ کون ان کفار کی مدافعت کرتے ہوئے جنت کے [illegible]ض ہم پر جان نثار کرتا ہے۔ اس [illegible]لان کے بعد انصار مدینہ کے سات [illegible]ں نثاروں نے باری باری اپنی جانیں [illegible] کر دیں۔

۳) عشرہ مبشرہؓ میں سے ایک جلیل القدر صحابی حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے جنگِ احد میں دشمنوں کی تلواروں کو اپنے ہاتھوں پر روک کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو بچا لیا۔ یہاں تک کہ ان کا ہاتھ شل ہو گیا۔

۴) حضرت خبیب کو جب سولی پر لٹکانے کا وقت آیا تو حضرت ابوسفیانؓ نے بحالت کفر یہ پیش کش کی۔ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ہوں اور ہم ان کی گردن اڑا دیں اور تجھے چھوڑ دیں کہ تو اپنے گھر چلا جائے۔ حضرت خبیبؓ نے فرمایا خدا کی قسم میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے رہا کردو اور میں اپنے گھر چلا جاؤں اور اس کے صلہ میں حضور صلعم کو جہاں بھی آپؐ ہیں۔ ایک کانٹا بھی چبھے اور آپؐ کو تکلیف ہو۔

(۵) جنگ احد میں ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑی بے دردی سے شہید کئے گئے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ (سعد بن ربیعؓ) کی تحقیق کرو کہ وہ زندہ ہے یا شہید ہو گیا ہے۔ تو ایک انصاری نے یہ کہتے ہوئے ذمہ اٹھایا کہ میں اس کی تحقیق کرکے مطلع کروں گا۔ چنانچہ وہ تحقیق کرتے کرتے سعد بن ربیع کے پاس جا پہنچے۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ زخموں سے نڈھال ہو گئے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے فرمانے لگے بس آخرت کی تیاریوں میں ہوں۔ انصاریؓ بولے مجھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ تمہاری حالت سے آپؐ کو مطلع کروں انہوں نے فرمایا حضورؐ کو میرا سلام کہنا اور میری طرف سے قوم کو سلام دینا اور کہنا کہ سعد بن ربیعؓ کہتا ہے اگر تم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہا اور تمہاری موجودگی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گزند اور نقصان پہنچا تو عند اللہ تمہارا کوئی بھی عذر نہیں سنا جائے گا۔ اللہ اللہ یہ ہے ایک عاشق صادق کے عشق و محبت کی انتہا، کہ بدن زخموں سے چور چور ہے اور وہ موت و حیات کی کشمکش کے آخری لمحات میں مبتلا ہے۔ مگر اس حالت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت و عافیت کی کس قدر فکر ہے۔ اسی فلسفۂ محبت کا نقشہ مولانا ظفر علی خاں نے اپنے ان اشعار میں کھینچا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ؎

حج اچھا، نماز اچھی، روزہ اچھا، زکواۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

خداوند قدوس ہم سب مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان اور سچے عاشقِ رسولؐ بننے کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔

ارشادِ عالیہ

امام الاولیا شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ جس طرح دنیا دار لوگ چاہتے ہیں کہ مرتے وقت بھی منہ میں دودھ یا شہد ڈالا جائے اسی طرح شریعت کہتی ہے کہ آخری دم لا إله الا الله پڑھتے ہوئے نکلے۔ یہ چیزیں قرآن کریم کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے پیدا ہو جاتی ہے۔

۲۔ یاد رکھو یتیموں کا مال کھانا حرام ہے یہ تیجا یہ ساتا یہ چالیسواں، سب اسلام کے خلاف ہیں۔

فون ۶۷۵۴۵

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بذریعہ چٹھی نمبری G/ ۱۶۳۲۱ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

آپ کا فیضِ کرم عام ہے میرے آقا

از ہادی حسین شاہد چاند پوری
صدر بازار لاہور چھاؤنی

میرے لب پر سحر و شام ہے میرے آقا — آپ کا نام، بڑا نام ہے میرے آقا
داغِ دل مثلِ مہ و مہر ابھر آئے ہیں — آپ کی یاد کا انعام ہے میرے آقا
اشک آنکھوں میں ہیں اشکوں میں ہے بیتابیٔ دل — زندگی مرکزِ آلام ہے میرے آقا
ہاں وہی بندہ، جسے تیری غلامی ہے عزیز — ہاں وہی بندہ نکونام ہے میرے آقا
یہ میرا کاسۂ امید رہے کیوں خالی — آپ کا فیضِ کرم عام ہے میرے آقا
آخری وقت گھڑی موت کی دشوار نہ ہو — مجھ کو اندیشۂ انجام ہے میرے آقا
گھورتا کیوں ہے مجھے عیش پرستوں کا گروہ — بندگی بھی کوئی الزام ہے میرے آقا
میں گرفتار نہ ہوں، طائر آزاد رہوں — حسنِ دنیا تو حسین دام ہے میرے آقا
اس جہاں سے میں بہر طور گزر جاؤں گا — میری عقبیٰ تیرا انعام ہے میرے آقا
آپ چاہیں گے تو عقبیٰ بھی سنور جائے گی — آپ سے روح کو آرام ہے میرے آقا

غم زدہ، خون چکاں، خاک فشاں، شعلہ بجاں
ہاں یہی شاہد ناکام ہے میرے آقا!

(فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے ...